ہندکو زبان و ادب

کا

تاریخی جائزہ



ہندکو زبان اور ادب

کا

تاریخی جائزہ

(حصّہ اوّل)

از

ش۔ شوکت

ادارۂ اشاعتِ ہندکو

۷، الکریم مینشن۔ شاہراہ پہلوی پشاور صدر — فون نمبر ۷۳۱۳۱

قیمت :۔ آٹھ روپے

☆

بار اوّل ــــــ ۱۹۷۷ء
ناشر ــــــ فیاض حسین اطہر
مطبع ــــــ حمیدیہ الیکٹرک پریس پشاور
خطاط ــــــ شفیع ظہیر

فہرست

فہرست

اپنے دوست

زیڈ۔ آئی۔ اظہر

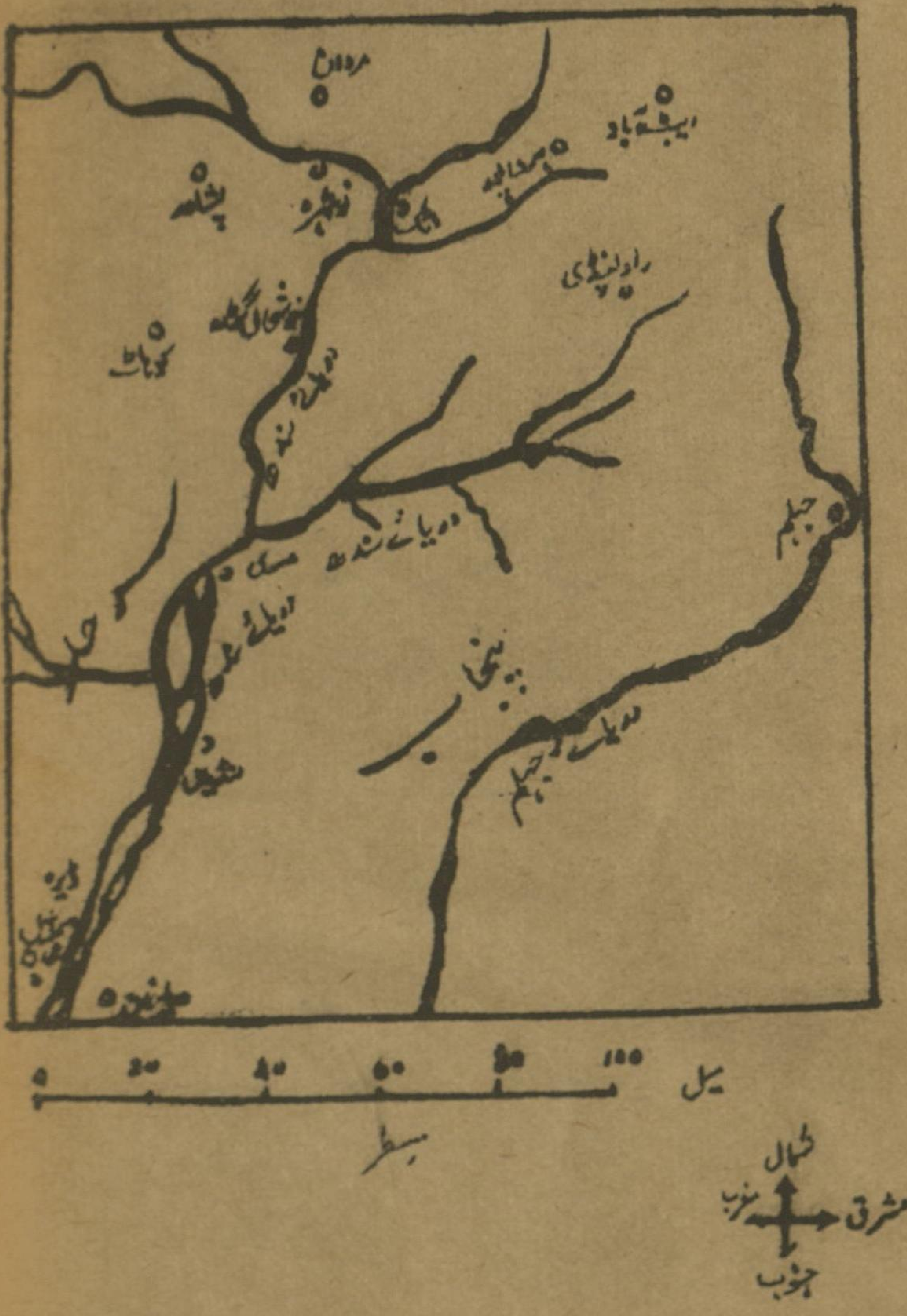
کے نام

○

بولنے والے تو بہت زیادہ ہیں
لیکن
جاننے والے بہت کم
ہم نے جاننے کی کوشش کی ہے۔ اور جان کر بیان کرنے کی بھی
ہم اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب رہے ہیں؟
اس سوال کا جواب ہم اپنے قارئین سے پوچھیں گے

ش شوکت
۵۳۸ ۔ فضل حق بکہ توت
پشاور شہر

بسم الله تعالیٰ


مردان
ایبٹ آباد
پشاور
خوشحال گڑھ
کوہاٹ
راولپنڈی
دریائے سندھ
جہلم
دریائے جہلم
میل
۰
۲۰
۴۰
۶۰
۱۰۰
مسطر
شمال
مشرق
مغرب
جنوب

ھندکو

ہندکو (صوبہ سرحد کی اکثریتی زبان) پشتو کے بعد صوبہ سرحد میں سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان کے شمال مغربی صوبہ میں اس زبان کے بولنے اور سمجھنے والوں کی تعداد نصف کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ یہ زبان ہزارہ کی پہاڑیوں سے لے کر ڈیرہ اسماعیل خان کے ریگستانوں تک لاکھوں افراد (ہندکو بولنے والوں) کی ترجمانی کرتی ہے۔ اس زبان کے بولنے والے پاکستان کے شمال مغربی صوبہ سرحد کے علاوہ پنجاب کے علاقے میں بھی (دریائے جہلم کے مغربی کناروں تک) آباد ہیں۔

ہندکو زبان پنجابی سے اس قدر ملتی جلتی ہے کہ اکثر لوگ اسے پنجابی یا پنجابی زبان کی ایک شاخ کہتے ہیں۔ اس کی وجہ اس زبان کی پنجابی زبان سے مشابہت ہی نہیں بلکہ اس کی جغرافیائی حدود بھی ہیں جن کے ڈانڈے پنجاب کے مغربی علاقوں سے ملے ہوئے ہیں۔

یوں نظر آتا ہے جیسے اس زبان کو پنجابی یا پنجابی زبان کی کوئی ایک آدھ قسم یا شاخ ہونے کا دھوکہ انگریزوں کے دورِ اقتدار کا پروردہ ہے۔ کیونکہ انگریزی

دورِ اقتدار سے پہلے کوئی ایسی خاص تحریر نظر نہیں آتی جو اس زبان کو پنجابی یا اُس کی کوئی ایک آدھ شاخ کہتی ہو۔ برعکس اِس کے انگریزوں کے دَورِ اقتدار اور اِس کے بعد کی ایسی بے شمار تحریریں نظر سے گذرتی ہیں جن میں اِس زبان کو پنجابی یا مغربی پنجابی (WESTERN PANJABI) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ھندکو زبان کے نام "مغربی پنجابی" کی وجہ تسمیہ اِس زبان کے پنجاب کے مغرب کی اطراف میں بولے جانے کے علاوہ اس زبان کا ایک معروف نام "لہندا" بھی بتایا جاتا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ "لہندا" پنجابی زبان کے لفظ "لہند" سے بنا ہے جس کے معنی "اترن" یا "مغرب" کے ہیں۔

میری دانست میں "ہندکو" یا "لہندا" کے معنی پنجابی زبان کی ڈکشنری میں ڈھونڈنا کسی طفلِ (نوگفتار) سے پیرِ کہن سالہ کی زندگی کے حالات پوچھنے کے مصداق ہے۔ ھندکو زبان اتنی ہی قدیم ہے جتنا کہ لفظ "ہند" ہے۔ اور پنجابی زبان اتنی ہی کم عمر ہے جتنا لفظ "پنجاب" ہے۔ علمائے لسانیات کے حضور یہ بات روزِ روشن ہے کہ قدیم زبانیں کبھی بھی نئی اور کم عمر زبانوں کی قسمیں اور شاخیں نہیں ہُوا کرتیں۔ (بلکہ نئی اور کم عمر زبانیں سن رسیدہ زبانوں کی بچیاں، پوتیاں اور نواسیاں ہُوا کرتی ہیں)

علمائے ہندکو اپنی تحریروں میں ہندکو زبان کی قدامت کا احساس دلاتے رہتے ہیں لیکن ان کی صدائے بازگشت "ھندکو کو برِصغیر کی قدیم ترین زبان ہے" کے جملے سے آگے نہیں بڑھتی۔ ہندکو کی قدامت کا یہ داعی جملہ ہندکو اور ہندکو پر لکھنے والوں کی تحریروں میں اکثر مل جاتا ہے۔ لیکن اس کی قدامت پر سیر حاصل بحث کی

ضرورت ہمیشہ تشنۂ تکمیل ہی رہتی ہے۔ ھندکو ادیبوں اور شاعروں کی تحریروں میں سے صرف چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔ جو ہمارے قول کی دلیل کے لئے کافی ہیں۔

ھندکو کے صاحبِ دیوان شاعر غلام رسول گھائل کے ہندکو مجموعہ کلام کے دیباچہ میں پروفیسر الٰہی بخش اختر اعوان صاحب لکھتے ہیں۔

ترجمہ:۔ "ہندکو زبان ہند و پاک کی قدیم ترین زبانوں میں سے ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ زبان پنجابی اور اردو سے بھی پرانی ہے۔"

اُستاد غلام رسول گھائل کے اس ہی مجموعۂ کلام "دیوان گھائل" کے تعارف کے باب میں ہندکو کے جوان مرگ شاعر جناب آتش فہمیدہ صاحب لکھتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ "ھندکو ادب کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ اردو کی پیدائش سے بھی بہت پہلے ہماری زبان مکمل تھی۔"

ہندکو زبان کے (پُرنویس اُدبا) صاحبِ طرز نثر نگار جناب مختار علی نیر صاحب اپنی ھندکو ضرب الامثال کی کتاب "بھتلاں" کے ابتدائیہ میں ھندکو زبان کی قدامت کا تذکرہ کچھ اس انداز سے چھیڑتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ "میرا یہ دعویٰ تو نہیں کہ میں ہندکو کی تمام ضرب الامثال پیش کر چکا ہوں۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ برصغیر کی یہ قدیم ترین زبان ساری کی ساری اپنی جگہ ایک مثل ہے جس کا پس منظر اور کہانیاں سارے برصغیر میں روپ بدل کر پھیلی

ہوتی ہیں"

۱۹۶۴ء کی ہندکو شاعری کا انتخاب "نویاں راواں" کے عنوان سے مرتب کرتے ہوئے جناب خاطر غزنوی بخاری لکھتے ہیں :-

ترجمہ :- "یہ بڑی قدیم زبان ہے مگر بدقسمتی سے اِسے باتیں کرنے والے بہت ملے ہیں۔ اور کام کرنے والا کوئی نہیں ملا۔ ..... ہندکو بہت پرانی زبان ہے۔ بعض اسے غلطی سے پنجابی کی شاخ سمجھتے ہیں "

ہندکو آرٹس کونسل کے ہندکو اردو شاعروں کے کلام پر مبنی کتاب "کلیاں" کے مرتب جناب زیڈ۔ آئی اطہر کتاب کے اختتامیہ میں لکھتے ہیں۔

"ہندکو زبان برصغیر پاک و ہند کی قدیم ترین زبان ہے جو اپنا پہلا شاندار جنم گذار چکنے کے بعد پھر سے قرطاس ہستی پر اپنا مقام پا رہی ہے۔ اس قدیم زبان کی پسماندگی کی وجوہ بہت ساری ہیں جن کو یہاں دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ انگریزی دورِ اقتدار کی تحریروں کے بل بوتے پر بعض احباب اس قدیم اور عظیم زبان کو پنجابی یا اس کی ایک آدھ شاخ سمجھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات بعید از حقیقت نظر آتی ہے جس کا ثبوت زیرِ نظر کتاب 'کلیاں' کا منفرد لب و لہجہ اور پنجابی سے جُدا انداز ہے۔ ہندکو زبان کی انفرادیت اس کی شاعری کے ایک ایک مصرعے

سے صاف عیاں ہے۔"

میونسپل کمیٹی ہری پور سابقہ ایڈمنسٹریٹر اور ہندکو زبان کے ایک معروف قلمکار ڈاکٹر ناز درانی پشاور شہر سے شائع ہونے والے ایک ماہنامے "الحسن" کے اپریل ۱۹۷۷ء کے شمارے میں لکھتے ہیں :۔

ترجمہ :۔ "ہندکو زبان اس صوبہ کی سب سے پرانی اور سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے۔"

ہندکو اردو کے جواں سال ادیب و شاعر جناب صابر حسین امداد صاحب ایک مقامی اخبار کی ایک اشاعت میں لکھتے ہیں :۔

"ہندکو برصغیر کی قدیم ترین زبان ہے لوگ غلطی سے اسے پنجابی کی شاخ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات بالکل بعید از حقیقت اور ناقابلِ یقین ہے۔"

ہندکو زبان پنجابی کی شاخ ہو یا نہ ہو۔ اس زبان کا پنجابی نما یا اردو نما ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس زبان کا اردو کی طرح پنجابی زبان سے ضرور کوئی رشتہ ہوگا۔ مگر ہم اس رشتہ کی بناء پر آنکھیں بند کر کے اسے کسی صورت میں بھی پنجابی یا پنجابی کی شاخ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ یہ زبان نہ تو اس سرزمین پر بولی جاتی ہے جہاں پر پانچ دریا بہتے ہیں۔ اور نہ ہی یہ زبان اتنی کم عمر ہے کہ اسے ہم پنجابی کی شاخ ماننے لگیں۔ اس بوڑھی ٹھیٹری زبان کے بولنے والوں کی اپنی خاص اور پنجاب کے باشندوں سے علیحدہ تہذیب اور ثقافت ہے۔ اس کا لب و لہجہ پنجابی سے قدرے مختلف اور پہاڑی انداز کا ہے۔ اس کے رسم و رواج

پر قدیم ایرانی رسوم کی گہری چھاپ ہے۔ اور بقول کسے پنجاب کے علاقے سے ھندکو کی سرزمین میں داخل ہونے والا محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ ایک نئے خطے میں داخل ہو گیا ہے۔ جس کے لوگ رہن سہن، خورد و نوش اور میل ملاپ کے معاملے میں پنجاب والوں سے مختلف ہیں۔

ھندکو زبان کی قدامت اس کی تاریخی اہمیت کو روز روشن کر دیتی ہے۔ اس زبان کا حلقۂ گفتار اس کی جغرافیائی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ اور اس زبان کی پنجابی اور اردو زبان سے مشابہت اس کی سیاسی اہمیت پر روشنی ڈالتی ہے۔

○

ہندکو کی وجہ تسمیہ

ہندکو زبان کا نام "ہندکو" کیوں پڑا؟

اِس سوال کے جواب میں علمائے ہندکو اور علمائے لسانیات کے متفرق نظریات ملتے ہیں۔

پہلا نظریہ کہتے ہیں یہ نام کسی نفرت کے جذبے کی پیداوار ہے[1] اِس نظریے کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے کہ پہاڑی علاقوں میں رہنے والے جنگجو قبائل کے دلوں میں شہروں اور نشیبی علاقوں میں رہنے والوں کے خلاف نفرت اور کدورت کے جذبات نے جنم لیا۔ اور وہ شہروں میں رہنے والوں کو نفرت اور حقارت سے "ہندکی" کہنے لگے اور یوں ـــــ ہندکیوں (شہری یا نشیبی علاقوں میں رہنے والوں) کی زبان بھی لفظ "ہندکی" کی مناسبت سے "ہندکو" کہلائی جانے لگی۔ جو آج تک چل کی توں "ہندکو" ہی کے نام سے موسوم ہے

دوسرا نظریہ ہندکو کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے علمائے لسانیات کا ایک دوسرا گروہ گریرسن کی تقلید میں یہ بات کرتا ہے کہ لفظ "ہندکی"

---

[1] اولف کیرو THE PATHAN، فارغ بخاری "سرحد کے لوک گیت"[2]

"اندکی" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ لفظ "اندکی" انڈس (INDUS) سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں دریائے سندھ ۔ یہ نظریہ پیش کرنے والے کہتے ہیں کہ "ہندکو" وہ زبان ہے جو انڈس (دریائے سندھ) کے کناروں پر آباد لوگ بولتے ہیں۔ اِس لئے "اندکیوں" (انڈس کے کنارے آباد لوگوں) کی یہ زبان "اندکی" سے "ھندکی" اور پھر "ھندکو" بن گئی۔

تیسرا نظریہ

بعض علماء "ھندکو" کو لفظ "سندھ کو" کی بگڑی ہوئی صورت سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں سندکو یا سندھ کو جس کے معنی دریائے سندھ کے کناروں پر بولی جانے والی زبان ہیں۔ لفظ ہندکو کی قدیم صورت ہے۔ اس نظریے کے حامی گروہ کا کہنا ہے کہ سنسکرت کا "س" ژند یا پہلوی زبان میں "ہ" کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ اِس لئے قدیم پہلوی زبان والوں نے اپنی زبان کے قواعد و دستور کے مطابق دریائے سندھ کے قرب وجوار میں بولی جانے والی زبان "سندکو" کو "ھندکو" کہنا شروع کردیا۔ جو صدیاں گذر جانے کے بعد بھی آج تک جوں کا توں مستعمل چلا آرہا ہے۔

چوتھا نظریہ

ہندکو کی ایک وجہ تسمیہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ یہ لفظ شروع شروع میں "ہندکوہ" تھا جو رفتارِ زمانہ کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ مختصر ہو کر "ہندکوہ" سے "ہندکو" رہ گیا۔ اس نظریے کے ماننے والے ھندکو زبان کو ہند کے پہاڑوں میں بولی جانے والی زبان کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں "ہند" اور "کوہ" دونوں فارسی زبان کے الفاظ ہیں جن کے جدا جدا معنی سرزمین ہند اور اس کے پہاڑ ہیں۔ لیکن "ہندکو" کے اکٹھے

معنی "ہند کے پہاڑی علاقوں میں بولی جانے والی بولی یا زبان کے ہیں۔

پانچواں نظریہ یہ نظریہ اگرچہ مضحکہ خیز قسم کا ہے لیکن قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش کیا جاتا ہے تاکہ ہندکو کی وجہ تسمیہ معلوم کرنے کی غرض سے ہر قسم کے خیالات پر سیر حاصل بحث کی جا سکے۔ اس نظریے کے مطابق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ "ہندکو" اُن ادوار کی یادگار ہے جب اس سرزمین پر فاتحین اور تجار حضرات کی آمد و رفت ہوتی تھی۔ وہ سرزمین "ہند" کی طرف جانے کی غرض کے اظہار کے لئے جو جملہ بولتے تھے وہ "ہند کو چلو" قسم کا ہوا کرتا تھا۔ "ہند کو چلو" یا "ہند کو جاتا ہوں" قسم کے جملوں نے ہند کے رہنے والوں کی بولیوں کو "ہندکو" کا نام دے دیا۔

اس نظریہ کو بیان کرنے والوں سے جب پوچھا گیا کہ اگر "ہندکو" "ھند کو چلو" قسم کے جملوں سے ماخوذ ہے تو لفظ "ھندکی" کا کیا مطلب ہے۔ تو وہ جواب یوں فرمانے لگے۔ کہ لفظ "ہندکی" "ھند کی زبان" سے ماخوذ ہے۔ گویا ھند کی زبان یا ہند کی بولی یا بولیوں کو ہندکی کہنے لگے اور پھر رفتہ رفتہ ہندکی کا یہ لفظ ہندکو بولنے والوں کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا۔

بجائے اس کے کہ ہم علماء کے قائم کردہ ان نظریات کی صحت اور صداقت کو زیر بحث لائیں۔ ہم اپنے طور پر لفظ ہندکو کا مطالعہ ضروری سمجھتے ہیں۔ ہماری دانست کے مطابق یہ لفظ دو اجزا "ھند" اور "کو" سے مل کر بنا ہے۔ ہم ہر دو اجزاء کی تشریح کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

۱۔ **ھند**:۔ ھند قدیم پہلوی زبان کا لفظ ہے۔ جس سے قدیم ادوار میں وہ

نوٹ:۔ قواعد کی رو سے جملہ "ھند کو چلو" درست نہیں۔

سرزمین مراد تھی جہاں پر سنسکرت کا "سندھ" نامی دریا بہتا ہے۔ سرزمین ہند کا یہ نام اتنا ہی پرانا ہے۔ جتنا کہ شمال مغربی صوبہ سرحد پر دارا کا دورِ اقتدار پرانا ہو چکا ہے، تحریروں کے علاوہ کتبوں میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ دارا کی حکومت میں اقلیم گندھارا کے علاوہ اقلیم ہند بھی شامل تھی۔ ہند کی یہ اقلیم جس کا نام پرسیپولس کے کتبوں میں "ھندوبش" یا "ھندوش" کی صورت میں نظر آتا ہے۔ موجودہ بھارت یا ہندوستان سے بہت مختلف۔ رقبے کے لحاظ سے چھوٹا اور رودِ سندھ کے گرد و نواح میں آباد تھا۔ دارا کے عہد کے ہند کا تذکرہ چھیڑتے ہوئے معروف کتاب (THE PATHAN.) "پٹھان" کے مصنف اور انگلشیہ دورِ اقتدار میں ہندوستان کے شمال مغربی صوبہ سرحد کے گورنر سر اولف کیرو لکھتے ہیں :-

ترجمہ :- "دارا کی سلطنت کے صوبہ ہند کی مشرقی سرحد صحیح طور پر معلوم نہیں ہے لیکن ہمیں آگے پتہ چلے گا کہ سکندرِ اعظم کی فتوحات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سرحد دریائے جہلم تھی اور کسی طور بھی مغربی اور مشرقی پنجاب کی حالیہ سرحدوں سے آگے نہیں تھی"۔

سر اولف کیرو کے اس بیان کی تصدیق سوویت یونین کے مؤرخ یوری گنگوفسکی کی اس تحریر سے ہو جاتی ہے۔

"پرسیپولس کے کتبے، اور نقش رستم کے لوحِ مزار پر جو دارا کے آخری عہد سے تعلق رکھتے ہیں یا ہگزا یہ ہند (ھندوش)

یعنی برصغیر ہند کا حوالہ ہے۔ یہ علاقہ دریائے سندھ کے درمیانی اور نشیبی علاقوں اور پنجاب کے مغربی حصے پر مشتمل تھا۔"

(معنوے پاکستان کی قومیتیں)

اِن دو مستند شخصیتوں کے بیان کے علاوہ اور بھی بہت سی شہادتیں ملتی ہیں۔ جن میں اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ قدیم ہند جس مقام پر آباد تھا وہ وہی سرزمین تھی جہاں پر آج "ہندکو" یا "ہندکا" بولی اور سمجھی جارہی ہے۔ لہٰذا ان حقائق کی روشنی میں ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ لفظ "ہند" کا تعلق "ہندکو" کے ساتھ نہایت ہی قدیم ہے۔ اور لفظ "ہندکو" کے دو اجزا "ہند" اور "کو" میں سے "ہند" ہی وہ لفظ ہے جس کی اصلیت کے ناطے ہم موجودہ "ہندکو" کی وجہ تسمیہ معلوم کرتے ہوئے اسکا تعلق قدیم ہند کے ساتھ جوڑ سکتے ہیں۔

کو :- ہندکو کے جزو اوّل "ہند" کے مطالعہ کے بعد ہم اس کے جزو دوم "کو" کا مطالعہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ "کو" بذاتِ خود ایک لفظ بھی ہے اور حرف بھی۔ بحیثیتِ لفظ یہ سنسکرت زبان کے لفظ "کوی" بمعنی قصہ گو۔ یا فارسی زبان کے لفظ "کوہ" بمعنی پہاڑ سے مشتق نظر آتا ہے جبکہ "کو" بحیثیتِ حرف اردو زبان میں مفعول کے ساتھ درج ذیل قاعدوں کے تحت لگتا ہے۔

۱۔ فعل کا ایک ہی جاندار مفعول ہو۔ جیسے :-

میں نے رشید کو دیکھا۔

۲۔ کسی جملے میں دو مفعول ہوں تو اُن میں جاندار مفعول کے ساتھ کو، استعمال ہو گا جیسے:۔

کمال نے رشید کو ایک پنسل دی۔

۳۔ کبھی "کو" کسی غرض۔ مطلب یا معاوضے کو ظاہر کرتا ہے جیسے:۔

میں اسلم سے انگریزی سیکھنے جاتا ہوں

یہ دوات کتنے کو دو گے۔

۴۔ چاہنا مصدر کے مشتقات کے ساتھ جیسے:۔

آپ کو چاہیئے کہ اس کی مدد کریں۔

۵۔ لازم کے معنوں میں جیسے:۔

محنت کرنے کو ہم ہیں اور پھل کھانے کو وہ۔

۶۔ کام جلدی واقع ہو رہا ہو۔ جیسے:۔

گاڑی چلنے کو ہے

صبح ہونے کو ہے

اُردو زبان کے ان قاعدوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اردو یا ہندی کے حرف "کو" کو کسی بے جان مفعول کے ساتھ نہیں لگایا جا سکتا۔ مثلاً اگر کوئی صاحب یہ کہے کہ "میں کتاب کو خریدتا ہوں" یا "میں بازار کو جاتا ہوں" تو وہ قواعد کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو جائے گا۔ اس لئے ان قواعد کی روشنی میں ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ "ہند" کے ساتھ "کو" کا استعمال ایک حرف کی حیثیت سے نہیں کیونکہ "ہندکو چھلو"

قسم کا جملہ قواعد کے خلاف ہونے کے سبب غلط ہے۔ اس لئے کو بحیثیت حرف تسلیم کرنا خیالِ خام نظر آتا ہے۔ البتہ اس کو بحیثیت لفظ تسلیم کر کے اس پر بحث و تمحیص کی جا سکتی ہے۔

"ہند" فارسی یا ہندوی زبان کا لفظ ہے۔ اس لئے "کو" کو بھی ہم فارسی زبان کا لفظ کوہ (معنی پہاڑ) مان کر یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ یہ زبان قدیم ہند کے پہاڑی علاقوں میں بولی جاتی ہو۔ لیکن وجہ تسمیہ کے پہلے نظریہ کی رو سے "ھندکی" کا لفظ پہاڑی لوگوں کے لئے نہیں بنا۔ بلکہ یہ لفظ نشیبی علاقوں کے لوگوں کے لئے مستعمل ہوا ہے۔ اس لئے ہمارا یہ نظریہ بھی باطل حیثیت اختیار کر جاتا ہے کہ ہندکو کا مطلب ہند کے پہاڑوں میں بولی جانے والی زبان ہے۔ گویا لفظ ہند کا جزِ ثانی نہ فارسی زبان کا لفظ "کوہ" ہے نہ اردو زبان کا حرف "کو" ہے۔

ہندکو کے "کو" کی ان دو صورتوں پر بحث کر چکنے کے بعد اس لفظ کی تیسری اور آخری ممکنہ صورت رہ جاتی ہے جس کے مطلب کے متعلق پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ لفظ سنسکرت کے لفظ "کوی" سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں "کویتا کہنے والا۔ فقرہ گو یا بولنے والا — اور لفظ "کوی" کی مناسبت سے ھندکو کے "کو" کا مطلب بولی یا زبان لیا جا سکتا ہے۔

ہندکو کے "کو" کی یہ تیسری اور آخری صورت اردو زبان کے حرف "کو" اور فارسی زبان کے "کوہ" کی نسبت ھندکو کی وجہ تسمیہ کے باب میں زیادہ

قابلِ قبول ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ لفظ ھندکو۔ دوسرا جز "کو" سنسکرت زبان سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں ـــ "بولی یا زبان" [1]

ھندکو بہ لفظ "ہندکو" کے ہر دو اجزا ھند اور کو کے معانی و مطالب اور وجوہ تسمیہ پر علیحدہ علیحدہ بحث و تجسس کے بعد اب ہم ان اجزا کو اکٹھا رکھ کر ان اجزا کے مرکب لفظ "ہندکو" پر غور کر کے اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں اپنا حتمی نظریہ پیش کرتے ہیں۔

گذشتہ سطور میں ہم نے پڑھا کہ لفظ "ھندکو" کا پہلا جز (ھند) قدیم فارسی یا پہلوی زبان سے تعلق رکھتا ہے۔ جبکہ دوسرے جز (کو) کا تعلق ہندوستان کی قدیم ترین زبان سنسکرت سے ہے۔ قدیم فارسی میں "ھند" اس سرزمین کو کہتے تھے جس پر دریائے سندھ بہتا تھا۔ اور "کو" سنسکرت میں بولی یا زبان کو کہتے ہیں۔ لیکن یہاں ایک بات ہماری حیرت کا باعث بنتی ہے کہ قدیم فارسی یا پہلوی زبان کے لفظ "ھند" نے سنسکرت کے لفظ "کو" کے ساتھ ملاپ کس طرح پیدا کیا۔ یہ دو مختلف زبانوں کے الفاظ کیونکر ملے؟ اور زیرِ بحث زبان کے نام "ہندکو" نے کس طرح جنم لیا؟ ہمارے ان سوالات کا جواب ھندکو کی وجہ تسمیہ کا تیسرا نظریہ دیتا ہے۔ جس کی رُو سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ "قدیم ترین ایام میں پہلوی لفظ "ھند" کی صورت سنسکرت کے لفظِ "سندھ" کی سی تھی۔ اور لفظِ "ہندکو" کی صورت "سندھ کو" یا "سندکو" تھی۔ لیکن اہلِ فارس کے دورِ اقتدار میں پہلوی

---

[1] پنجابی ادب دی کہانی تے ہندکو زبان از ممتاز مفتی تحریر۔ مطبوعہ ماہنامہ ہندکو زبان پشاور

زبان کے قاعدوں اور اصولوں کے زیر اثر جن میں سنسکرت کا (س) پہلوی یا ژند کے (ہ) میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ لفظ "ہند" کی ہئیت پہلوی زبان میں "ہندھ" ہو کر رہ گئی۔ اور یوں سندھ کو یا سندکو کا لفظ ہندکو کے نام سے پکارا جانے لگا۔

ہماری اس پُر مغز اور سیر حاصل بحث کے نتیجے میں ہندکو کی وجہ تسمیہ کا دوسرا اور تیسرا نظریہ صحیح ثابت ہوتے نظر آرہے ہیں۔ جبکہ پہلا، چوتھا اور پانچواں نظریہ باطل اور غلط ثابت ہو رہے ہیں اس لئے ہم دوسرے اور تیسرے نظریے کی روشنی میں یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ لفظ ہندکو پہلوی زبان کے دور اقتدار سے پہلے سنسکرت زبان کا لفظ "سندکو" تھا جو دریائے سندھ کے گرد و نواح میں رہنے والوں کی زبان کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ لیکن اہل فارس نے اسے "ہندکو" اور اہل یورپ نے اس کو "اِنڈکو" کا نام دیا۔ سندکو — اور انڈکو تو گذرے ہوئے وقت کی دھول تلے دفن ہو گئے۔ لیکن "ہندکو" ابھی تک زندہ ہے اور زبانِ حال سے اپنی قدامت اور کھوئے ہوئے وقار کا احساس دلا رہا ہے۔

لہندا

"لہندا" —— ہندکو زبان کا ایک اور معروف اور دلچسپ نام ہے۔ اس نام کے متعلق دلچسپ مفروضے عوام سے زیادہ خواص میں مشہور ہیں۔ اور اکثر علمی بحثوں میں زیرِ غور آتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ ہندکو زبان کے اس نام کا قدیم علمی دستاویزوں میں پایا جانا ہے۔ ہندکو زبان کو "لہندا" کے نام سے لسانیاتی دستاویزوں میں جس کثرت سے متعارف کرایا گیا ہے اُس نے ہندکو زبان کے عوامی نام "ہندکو" کو علمی حلقوں میں تقریباً غیر معروف سا کر کے رکھ دیا ہے۔ جس کا ثبوت ہمارے علمائے لسانیات کے مذاکروں اور مباحثوں سے مل جاتا ہے۔ ہمارے آج کے علماء جب پاکستان کے لسانیاتی مسئلے میں اُلجھتے ہیں تو وہ ہندکو کی باری آنے پر اس کے علمی نام "لہندا" کا استعمال اس کے عوامی نام "ہندکو" کی نسبت کچھ زیادہ ہی کرتے ہیں۔

یہ حقیقت دلچسپی سے پڑھی جائے گی کہ ہندکو زبان اپنے نام "لہندا" ہی کے سبب پنجابی یا مغربی پنجابی قسم کے ناموں سے نوازی جا چکی ہے اور

پڑھی لکھی دنیا بڑی بری طرح سے اس زبان کو اور اس کے بولنے والوں کو پنجابی سمجھ رہی ہے۔ جس کی مثال بے شمار حوالوں میں سے صرف چند حوالوں کے نمونے پیش کر کے دی جا سکتی ہے۔

مثال نمبر ۱

ترجمہ:۔ "ہندکو بولنے والے گدون بہت کم تعداد میں ہیں اور یہ مہابن پہاڑ کے جنوب میں ستانا اور ٹوپی کے قرب و جوار میں رہتے ہیں۔ یہاں دریائے سندھ پہاڑوں سے اترتا ہے۔ جس کے بائیں کنارے پر ہزارے میں یہ لوگ زیادہ تعداد میں رہائش پذیر ہیں۔ یہ لوگ جدون کہلاتے ہیں اور ایبٹ آباد کے پاس رش کے میدان اور آس پاس کی پہاڑیوں میں رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آبا کی زبان اور رسوم بھول چکے ہیں اور ہزارے کی پنجابی بولتے ہیں۔"

(THE PATHAN. Olaf Kairo)

مثال نمبر ۲:۔

"صوبہ سرحد میں پشتو، پنجابی اور اردو تین زبانیں دوش بدوش ہیں۔"

(نقوش سلیمانی۔/ سید سلیمان ندوی)

مثال نمبر ۳:۔

ترجمہ: "سندھ کو اور سرائیکی ادب کو علیحدہ اور جدا زبانوں میں تقسیم کرنا، پنجابی ادب اور زبان کے ٹکڑے کرنے کے مترادف ہے۔"

(پنجابی ادب دی کہانی — عبدالغفور قریشی)

مثال نمبر ۴

زیادہ تر پنجابی — تقریباً ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ یعنی ۹۰ فی صدی صوبہ پنجاب اور شمال مغربی صوبہ سرحد کے دو ضلعوں ہزارہ اور ڈیرہ اسماعیل خان میں بسے ہوئے ہیں۔

ان علاقوں کے تمام اضلاع میں پنجابیوں کی غالب اکثریت ہے۔ اس کے علاوہ پنجابی پشاور، مردان..... میں بھی رہتے ہیں۔"

(پاکستان کی قومیتیں — یوری گنکوفسکی)

مثال نمبر ۵

"لہندا — پنجابی لفظ لہند سے ہے جس کے معنی ہیں مغرب۔"

(پاکستان کی قومیتیں — یوری گنکوفسکی)

مثال نمبر ۶

"پشاور خاص اور اس کے نواح میں جو دیہات نیز خالصہ

کے ہیں اُن میں زبان پنجاب سے ملتی ہوئی جا
رہی ہے اور جو دیہات نوشہرہ کی تحصیل سے
لیکر تا خیرآباد برلب سڑک شاہی واقع ہیں۔
اُن میں یہی زبان مثلِ ساکنانِ ضلع راولپنڈی رائج
ہے ؎ (تاریخ پشاور)

مفروضہ مشہور ہے کہ "لہندا" کے معنی مغربی پنجابی ہیں؎۔

اس سے پہلے کہ اس مفروضے کو زیرِ بحث لایا جائے۔ ہم یہ بتا دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ ہندکو زبان کو مغربی پنجابی کا نام دینے کا التزام ہندکو کے زیرِ بحث نام "لہندا" ہی کو نہیں دیا جا سکتا۔ اگر اس زبان کا قدیم ہندکو اور جدید نام "لہندا" اس زبان کے نام نہ بھی ہوتے تو شائد اسے پھر بھی پنجابی یا مغربی پنجابی قسم کا کوئی نام ضرور دیا جاتا۔ کیونکہ یہ زبان پنجابی سے ملتی جلتی ہونے کے علاوہ پنجاب کے مغرب کے اطراف میں بولی جاتی ہے۔ جس وجہ سے اسے آج پنجابی یا مغربی پنجابی ہونے کا ذمہ دار نہیں۔ ہندکو زبان کو پنجابی یا مغربی پنجابی کہلوانے کے لفظ "لہندا" کے علاوہ دوسرے اسباب بھی ہیں۔ جو اس لفظ کے پنجابی معنی "اترن" یا مغرب سے زیادہ ٹھوس اور قوی ہیں۔ اور جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ وہ اسباب اس زبان کے پنجاب کے مغربی اطراف میں بولے جانے کے علاوہ پنجابی زبان سے مشابہت وغیرہ ہیں۔

○

لہندا کی وجہ تسمیہ

لہندا کی وجہ تسمیہ کے متعلق کسی حتمی فیصلے تک پہنچنے سے پہلے ہمیں یہ مسلّمہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ دنیا کی اکثر زبانیں اپنی سرزمین یا قوم کے نام پر موسوم کی جاتی ہیں۔ اور ان کے ناموں سے ہمیں ان زبانوں کے بولنے والوں کے علاوہ اُن کی ابتدائی جائے بودوباش کے متعلق علم ہوتا ہے۔ مثلاً انگریزی کا نام سُن کر ہم بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ اس زبان کی جنم بھومی وہی سرزمین ہے جسے عرفِ عام میں انگلستان یا انگلینڈ کہا جاتا ہے۔ اور اس زبان کے پیروان اور مالک انگریز یا انگلش لوگ ہی ہو سکتے ہیں۔ یہی عالم جرمنی، فرانسیسی، عربی، فارسی، پولش غرضیکہ دنیا کی دوسری بڑی اور چھوٹی زبانوں کا ہے۔ یعنی جرمنی جرمن میں بولی جاتی ہے۔ تو فرانسیسی فرانس کے لوگوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ عربی ریگزارِ عرب عبور کر کے آئی ہے۔ تو فارسی سرزمین فارس اور اہل فارس کے متعلق ہے۔

قدیم اور جدید ھند کو بھی اپنی سرزمین کے قدیم نام "ھند" کی نمائندگی کرتی ہے۔ لیکن اس زبان کا وہ نام جس کی طرف ہمارا روئے سخن ہے۔ کس سرزمین

کی نشاندہی کر رہا ہے؟ یہ سوال ایک دلچسپ معمہ ہے جو اس وقت تک حل طلب ہی رہے گا جب تک ہم اس کے معنی پنجابی لغت میں تلاش کرتے رہیں گے۔

لہندا کے پنجابی معنی "اترن" یا "مغرب" ہی سہی لیکن کوئی ذی مطالعہ اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا کہ قدیم ہندوستان میں کوئی علاقہ لہندا کے نام سے بھی موسوم تھا ۔۔۔ اگر ہم ہیرو ڈوٹس سے البیرونی تک کی تحریروں کو کنگھال کر دیکھ ڈالیں کسی جگہ بھی پاکستان کے موجودہ شمال مغربی صوبے اور دریائے جہلم کے مغرب کی طرف آباد علاقے کا نام وہ "لہندا" نہیں ملتا جس کے معنی اترن یا مغرب ہوں۔

ہم "لہندا" کے پنجابی معنی "مغرب" یا "اترن" ماننے سے پہلے اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ پنجابی زبان کی عمر (جسے اہل پنجاب خود بھی تسلیم کرتے ہیں) تین چار صدیوں سے زیادہ نہیں۔ بعض حوالوں کے مطابق پنجاب کا موجودہ نام تیمور کی نشانی ہے۔ لیکن سرزمین "ھند" (جہاں ہندکو بولی جاتی تھی) کے نام کا ہیروڈوٹس اور نقش رستم کے مزاروں پر ملنا، اس بات کی زندہ شہادت ہے کہ "لہندا" یا ہندکو پنجابی سے بہت قدیم زبان ہے اور اس کے معنی پنجابی لغت کے معنی "اترن"، "مغرب" یا مغربی زبان یا بولی کے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ "لہندا" یا "لہند" یعنی "اترن" یا "مغرب" کوئی زمین یا قوم پنجاب بننے سے پہلے کی تاریخ کے اوراق پر نظر نہیں آتی۔ البتہ گندھارا یا ہند دو نام ایسے ہیں جو قدیم دور میں لکھی گئی تواریخ کے اوراق پر اس علاقے

کے لئے استعمال کئے گئے ہیں جہاں پر آج ہندکو یا لہندا بولی اور کہی جا رہی ہے ۔۔۔ گویا جس سرزمین کو "لہند" کہا گیا۔ اور جس کی زبان کو "لہندا" یا "لہندی" کہا گیا ہے اُس کا قدیم پہلوی نام ہند تھا۔

ہند ۔۔۔ جس کے متعلق تاریخ کے صفحات شہادت دیتے ہیں کہ یہ سرزمین ہر باہر سے آنے والے کے لئے اپنی خاص شہرت اور کشش کے سبب معروف تھی۔ یہاں کے خزانے باہر کی دنیا میں کب سے معروف ہو چکے تھے۔ اگر اہلِ یورپ سرزمینِ ہند کی تلاش میں امریکہ دریافت کر لیتے ہیں تو اہلِ ایشیا کی نظروں میں بھی کسی سونے کی چڑیا سے کم حیثیت نہیں رکھتا تھا ۔۔۔ ملک فارس کے نوشیروان عادل نے قدیم ہندوستان (جہاں آج ہندکو بولی جا رہی ہے) کے خزانوں کا چرچا سُن کر یہاں پر ڈدیہ نامی جاسوس بھیجا تھا۔ جس نے اپنی شاندار حکمت عملی کے سبب نہ صرف یہاں کے خزانوں کے راز معلوم کئے بلکہ اس سرزمین پر سنسکرت زبان میں لکھی گئی مایہ ناز کتاب بڑی مشکل اور ہوشیاری سے یہاں کے ایک راجہ کے خزانے سے اڑا کر نوشیرواں کے حضور پیش کی۔ اور کتاب اڑانے کی خطرناک مہم کی داستان نوشیروان عادل کو سنائی جس کو اس ہی کتاب کے پہلوی ترجمے میں بڑے سلیقے سے درج کر دیا گیا ۔۔۔ اس کتاب کی شہرت کے چرچے ملک عجم سے ملک عرب تک پہنچے اور یوں اس کتاب کا عربی ترجمہ "الکلیلہ والدمنہ" کے نام سے شائع ہوا ۔۔۔ ہندوستان کی دولت کے متعلق معلومات کی اس کتاب میں یہاں کا قدیم

فنِ داستان گوئی اپنی مثال آپ ہے۔ "الکلیلہ والدمنہ" کے عربی زبان کے بعد آسان فارسی میں بھی کئی بار تراجم ہوئے۔ اور اس کتاب کی شہرت مدتوں تک قدیم ہند کا وقار بلند کرنے کے علاوہ یہاں کے خزانوں کا شمار بیرونی دنیا کے بادشاہوں اور امیروں وزیروں کے دل و دماغ میں روشن کرتی رہی۔ چنانچہ جب تزک تیموری کا راوی تیمور لنگ اپنی سوانح حیات مرتب کرنے لگا تو اس کی زبان سے سرزمین ہند کے متعلق یہ جملے نکلے بنا نہ رہ سکے۔

ترجمہ:- "ہند کی تسخیر کے لئے میں نے اپنی فوج کے امیروں کے علاوہ دیگر احباب سے رائے طلب کی۔ امیرزادہ پیر محمد جہانگیر نے ہند کی تسخیر کے حق میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ وہاں کی دولت اور زر و جواہر عالمگیر حیثیت رکھتے ہیں۔ محمد سلطان نے ہندوستان کے مضبوط قلعوں، وہاں کی فوج، ہاتھیوں، دریاؤں، جنگلوں اور میدانوں سے آگاہ کیا۔ سلطان حسین نے ہندوستان کی فتح کو دنیا کے چوتھائی حصہ پر قبضہ قرار دیا۔" (تزک تیمور)

الغرض یہ سرزمین ہند زمانۂ قدیم سے باہر کی دنیا کے لوگوں کی نظروں میں مال و متاع اور زر و جواہر کی سرزمین تھی۔ جس کی شہرت نے نہ صرف عربی کے لفظ "الہندسہ" (یعنی رقم) کو جنم دیا بلکہ اہلِ عرب کی دلچسپی کو بڑھا کر انہیں اپنی طرف راغب کر دیا۔ وہ مدتوں اس سرزمین کا رخ کرتے رہے اور پہلوی زبان

کے لفظ ھند کو الہند کہہ کر پکارتے رہے۔

جب اہلِ عرب کا واسطہ "الہند" کے لوگوں کے ساتھ پڑتا ہے تو انہیں یہاں کی ہر چیز مختلف اور عجیب نظر آتی ہے۔

ترجمہ:- "وہ ہم سے ہر معاملے میں مختلف ہیں۔ اُن معاملوں میں بھی مختلف جو دوسری قوموں اور ہم میں یکساں ہیں۔ یہاں ہم سب سے پہلے زبان کا ذکر چھیڑتے ہیں۔ اگرچہ دوسری قوموں کی زبان بھی مختلف ہوتی ہے۔ مگر یہاں کی زبان کی مشکل پر قابو پانا آسان نہیں"۔ (البیرونی) (ALBERUNI-INDIA)

/ تحریریں گواہ ہیں کہ اہلِ عرب ہندوستان کی مشکل اور اپنے وقت میں معروف ترین زبان کو "الہند" کی مناسبت سے "الہندی" یا "الہندیہ" کہہ کر پکارتے تھے۔ بقول علامہ سید سلیمان ندوی

"بزرگ بن شہریار کی روایت کے مطابق ۲۷۰ھ میں جس زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا گیا تھا۔ اس کا نام اس مصنف نے "ھندیہ" بتایا ہے۔

اِنّ یفسّر لہٗ شریعۃ الاسلام بالھندیۃ
(عجائب الہند)

شریعت اسلام کا ہندی (الھندیہ) میں حال لکھے۔

اِنّ یفسر لہ القرآن بالھندیہ (عجائب الہند)
قرآن کا ھندی (الہندیہ) میں مطلب بیان کرے۔

اسی طرح الفہرست میں جو ۳۷۷ھ کی تصنیف ہے، ہندوستان کی جس زبان سے عربی میں طب کی کتابیں ترجمہ ہوئیں ان کے بیان میں، ہندوستان کی زبان کا نام ہندی (الہندی) ہی رکھا گیا ہے۔

نقل من الہندی الی الفارسی (صفحہ ۲۴۷ فارسی)

(الہندی) ہندی سے فارسی میں نقل ہوا۔

(نقوش سلیمانی)

یقیناً ہندوستان کی وہ شکل زبان جسے اہلِ عرب "الہندی" یا "الہندیہ" کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ موجودہ دور کی "لہندی" یا "لہندا" ہی ہے ـــ یہ "الہندی" "الہندیہ" یا "الہندا" سے بدلکر "لہندی" یا "لہندا" ہوکر رہ گئی ہے۔

"الہندی" کا "لہندی" ہوجانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ یہ لسانیات کا ایک عام سا اصول ہے۔ اگر زبانوں کے الفاظ پر غور کیا جائے تو ان کی بدلتی صورتوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ آج ہندکو کے ایک لوک فقرے

"چھچھ مینہ منگے"

کو سن کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ "چھم چھم مینہ منگو" کی بگڑی ہوئی صورت ہے ـــ ہندکو اور پشتو زبان کی مشہور زمانہ لوری کے ابتدائی بول "للو للو للو للو" کو سن کر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ "اللہ ہو۔ اللہ ہو۔ اللہ ہو" کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔

وطنِ عزیز کے مشہور شہر پشاور کے قدیم نام پیسکا پور ـــ کسپاتورس۔ کسپاپوردس۔ بشاپور۔ پیکیبورا۔ پشکپور۔ پولوشا پولو۔ پرشاپورا۔ پشاور۔

وغیرہ کے متعلق کون کہہ سکتا ہے کہ واقعی یہ "پشاور" ہی کے مختلف نام ہیں جو وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ اپنا رنگ بدلتے رہے۔ لیکن تاریخ کے صفحات وقت کی رفتار کی آواز ہوتے ہیں۔ اور وقت کسی کا لحاظ نہیں کیا کرتا۔ یہ ایک حقیقت ہے جو تاریخ کے صفحات پر بکھری پڑی ہے۔ اگر پرشاپور پشاور بن سکتا ہے۔ اگر الاحوار۔۔۔ لاہور کا روپ اختیار کر سکتا ہے۔ تو "الہندی" یا الہندیا" لہندی یا لہندا کیوں نہیں بن سکتے۔ وقت اور زمانے کی گردش نے الہندی یا الہندیہ کو لہندی یا لہندا بنا کر رکھ دیا ہے۔ اور یہی لہندا یا لہندی کی اصل وجہ تسمیہ ہے۔

زبانوں کے خاندان

اس سے پہلے کہ ہم ہند کو زبان کے خاندان اور اس کے شجرۂ نسب کے متعلق اتہ پتہ معلوم کریں ہمیں یہ دلچسپ اور حقیقت افروز بات معلوم ہونی چاہیئے کہ انسانوں کی طرح ان کی زبانیں بھی حسب نسب اور اصل نسل کی مالک ہوتی ہیں اور انسانوں ہی کی طرح گروہوں۔ قبیلوں۔ نسلوں اور خاندانوں کی صورت زندہ رہتی ہیں۔ پھلتی، پھولتی اور پھیلتی ہیں۔ اور منزل ترقی یا تنزل کی طرف رواں دواں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ تہذیب یافتہ انسانوں کی طرح ان کی زبانوں کے بھی نسب نامے ہوتے ہیں۔ جن کی مدد سے ان کی اصل اور نسل کے متعلق معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

زبانیں تدریج و ترقی کی منازل طے کر رہی ہوں یا روبہ تنزل ہوں۔ بہرصورت زندہ رہتی ہیں۔ اور باقاعدگی سے اپنی نسل میں اضافہ بھی کرتی رہتی ہیں۔ مگر یہ اضافہ یا تبدیلی اچانک کسی دھماکہ کی صورت میں رونما نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس عمل پر پانچ یا دس سال کا قلیل عرصہ صرف ہوتا ہے کیونکہ لسانیات کی اصطلاح میں زبانوں کے بننے یا بگڑنے پر جو عرصہ صرف ہوتا ہے یا ہوتا

چاہیئے اس میں پانچ یا دس برس کا عرصہ کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اس لیئے زبانوں کی نسل میں اضافے کے عمل پر صدیوں پر مشتمل عرصہ صرف ہوتا ہے۔ تب جاکر کہیں ایک آدھ زبان جنم لیتی ہے۔ اور پھر وہ ماحول اور وقت کی مناسبت سے ارتقاء کی منازل طے کرتی ہوئی کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔

دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے ملاپ سے ایک نئی زبان کا جنم لینا فطرتی عمل ہے۔ اگر کارخانۂ قدرت کا یہ پیدا عمل جاری نہ رہتا۔ تو آج ہم جتنی زبانیں بول سُن یا لکھ پڑھ رہے ہیں۔ شاید یہ سب ہمیں موجودہ صورت میں نہ ملتیں۔ بلکہ ان کی وہی حالت ہوتی جو آج سے صدیوں پہلے عہدِ آفرینش میں تھی۔

آج سے ہزاروں برس پہلے کی بات ہے۔ اس زمانے کی بات جسے ہم اپنی دانست میں پتھر کا زمانہ کہتے ہیں۔ پتھر کے زمانے میں انسان اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لیئے جن طور طریقوں سے کام لیتا تھا وہ آج کے انسان کے لیئے خالی از دلچسپی نہیں۔ علم الانسان کی رُو سے پتھر کے زمانے کا انسان موجودہ طرز ہائے گفتگو سے بالکل ناآشنا تھا۔ وہ خوشی۔ غمی۔ غصے اور اس قسم کے دیگر جذبات اور ضروریات کا اظہار یا تو مختلف قسم کے اشاروں سے کرتا۔ یا پھر مختلف قسم کی آوازوں سے کام لیتا۔ کبھی ہونٹوں کو ہلا کر کچھ کہنے کی سعی کرتا۔ کبھی زبان کو تالو سے لگا کر کچھ کہتا۔ کبھی نوک زبان اور دانتوں کے ملاپ سے آواز بنا کر اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتا۔ کبھی غراتا، کبھی بڑبڑاتا۔ کبھی چیختا۔ کبھی چلاتا۔ غرض مختلف قسم کی آوازوں کی مدد سے اپنا منشا بیان

کرنے کی کوشش کرتا۔ اور پھر اس کی یہ کوشش وقت کی مدھم رفتار کے ساتھ ساتھ بارآور ثابت ہوتی چلی جاتی۔ اس کی غراہٹ۔ بڑبڑاہٹ۔ چیخ۔ پکار وغیرہ مختلف مطالب کے اظہار کے لئے مخصوص ہوتی جاتی۔ مثلاً اگر خوف اور خطرے کا اظہار ایک قسم کی آواز سے کیا جانے لگا تو خوشی اور شادمانی کے اظہار کے لئے دوسری نوع کی آوازیں مخصوص ہونے لگیں۔ اور پھر یہی آوازیں عہد آفرینش کے انسانوں کی بولیوں کے حروف اور الفاظ بن کر لسانیات کی تاریخ پر ثبت ہوتے چلے گئے۔ منہ سے نکلی ہوئی ہر آواز نے مختلف قسم کے حروف کو جنم دیا۔ حروف الفاظ بنے۔ الفاظ کلام کے سانچوں میں ڈھلے اور یوں زبانیں وجود میں آنے لگیں[1]

کیا یہ مختلف النوع زبانیں جو آج ہم بول۔ سن یا پڑھ رہے ہیں۔ ایک ہی وقت میں۔ ایک ہی مقام پر ایک ہی قبیلے کے ایک ہی طرح کی بنائی ہوئی۔ اس کے بارے میں علمائے لسانیات کے مختلف نظریات ہیں۔ یہاں ہم نے موضوع زیر بحث، کے مطابق جس نظریے پر روشنی ڈالنی ہے۔ اس کی رو سے دنیا بھر کی زبانوں میں بنیادی اصولوں کا فرق اس بات کا بین ثبوت ہے کہ مختلف جگہوں کے لوگوں نے مختلف اطوار سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کیا ہوگا۔ اور اس طرح قدیم ترین انسانوں کے مختلف قبیلوں کے لوگوں کی مختلف بولیاں وجود میں آئی ہوں گی۔ جو اپنی اپنی جگہ اور ماحول کے مطابق اپنے اپنے گروہ یا خاندان کی صورت پروان چڑھتی ہوئی گروہ در گروہ ارتقاء کی منازل

طے کرتی رہی ہوں گی - قدیم چین کے لوگوں کی بولیاں۔ قدیم مصر - سمیر - یونان اور ہندوستان کے لوگوں کی بولیوں سے بنیادی طور پر منفرد اور جدا ہونگی - اور دنیا بھر کی قدیم ترین بولیوں کی یہی انفرادیت ان کو مختلف گروہوں۔ خاندانوں اور قبیلوں وغیرہ میں منقسم کرنے کا باعث بنی ہونگی -

علمائے لسانیات جن میں شیگل - شلائخیر اور بوپ وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں - دنیا بھر کی زبانوں کو ان کی ماہیت کے لحاظ سے مندرجہ ذیل چار بڑے گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں -

۱ - یک لفظی زبانیں ISOLATING LANGUAGES

۲ - جڑنے والی زبانیں AGGLUTING LANGUAGES

۳ - اشتقاقی زبانیں AUTOMOLOGICAL LANGUAGES.

۴ - تحلیلی زبانیں ANALYTICAL LANGUAGES

○

یک لفظی زبانیں: - وہ زبانیں جن کا ہر لفظ اپنی جگہ تنہا مکمل اور غیر تغیر پذیر ہوتا ہے - یک لفظی زبانیں کہلاتی ہیں - یک لفظی زبانوں کے الفاظ میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جا سکتی - ایسی زبانوں کی نہ شکل بدلتی ہے اور نہ ہی اس کے الفاظ آپس میں ملاپ کر کے کوئی نیا لفظ بناتے ہیں - یک لفظی زبانوں کی سب سے مشہور مثال چینی زبان ہے -

○

اشتقاقی زبانیں: - ایسی زبانیں جو الفاظ یا الفاظ کے حصوں کے جوڑ توڑ سے

وجود میں آتی ہوں۔ اشتقاقی زبانیں کہلاتی ہیں۔ اشتقاقی زبانوں کے الفاظ پر غور کرنے سے ان کے ماخذ کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔ اشتقاقی زبانوں کے الفاظ کی بناوٹ میں سابقے اور لاحقے ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ سامی اور آریائی زبانیں اشتقاقی زبانوں کے خاندان کے فرد ہیں۔

تحلیلی زبانیں :- تحلیلی زبانیں، اشتقاقی زبانوں ہی کی ایک قسم ہے۔ اس خاندان میں اشتقاقی زبانوں کی ارتقا یافتہ قسمیں شامل ہیں۔ تحلیلی زبانوں کے مرکب الفاظ میں سابقے اور لاحقے کچھ اس طرح سے رل جاتے ہیں کہ ایسی زبانوں کے مرکب الفاظ کے اجزا کو ڈھونڈنا آسان ہو جاتا ہے۔

ہندکو کی لغت

زبانوں کے خاندانوں کے متعلق جان چکنے کے بعد ہم ہندکو زبان کے پس منظر اور پیش منظر کو سمجھنے کے لئے اپنے آپ کو تیار پاتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم کسی نتیجے تک پہنچیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس زبان کے الفاظ پر سرسری سی نظر ڈالتے جائیں۔ کیونکہ زبانوں کی ہیت اور ساخت کا مطالعہ اس وقت تک نامکمل رہتا ہے جب تک ان کے بنیادی الفاظ پر غور نہ کیا جائے ــ الفاظ ہی زبانوں کی بنیاد ہوتے ہیں۔ الفاظ ہی کے ذریعے زبانیں بنتی بگڑتی اور پہچانی جاتی ہیں۔ اور الفاظ ہی زبانوں کے پس و پیش کے متعلق کہانیاں سنا سکتے ہیں۔

ہندکو زبان ــــ دنیا کی دیگر زبانوں کی طرح لفظوں کی ایک بہت بڑی بارات ہے۔ اس کی کشادہ دامانی نے ہر زبان کے لفظ کو اپنے اندر سمویا ہے۔ قدیم دراوڑی زبانوں سے موجودہ دور کی تقریباً ہر برصغیر پاک وہند سے متعلق زبان کی چھاپ ہندکو کے دامن صد پارہ پر آویزاں ہے۔ یہ کس کس کے قدموں تلے روندی گئی۔ اسے کس کس نے گلے لگایا۔ اور یہ ہم تک کیونکر پہنچی یہ سب گواہیاں اس کی لغت میں موجود ہیں۔

لیکن افسوس کہ موقع اور محل کی مناسبت سے ہم فی الحال مکمل لغت کو پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اس لئے چند کو لغت کے ابتدائی الفاظ جو الف ممدودہ سے شروع ہوتے ہیں۔ پیش کر کے اس بحث کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

بسم اللہ تعالٰی

لفظ	لہجہ	معنی	استعمال	ماخوذ
آ	آ	الف ممدودہ۔ او الف جڑا جھک کے پڑھا جاوے	الف مدہ آ۔آ	عربی
آ	آ	آ زبان محاورے دی فعل امر۔ کسی نوں بلاؤن دی آواز	آ وے، چھیکڑ دار، حویلیاں دی کہانیاں، چھیلا ڈھولا، ماہیا	عربی
آب پاشی	آب۔پا۔شی	چھڑکاؤ، خوش پانی دینڑا		فارسی
آبِ حیات	آب۔حیات	امرت۔او پانی جیڑا پینڑیں دے بعد موت نئیں آندی		فارسی
آب خورہ	آب خورہ	مٹی دا گلاس۔ مٹی دا کورا پیالہ		فارسی
آبرو	آب۔رو	عزت۔حیا۔نک۔ناموس۔غیرت۔ نیک نامی۔وقار۔سربلندی		فارسی
آبلا گلینگ	آ۔جا۔گلی۔گ	آپنوں خواہ مخواہ مصیبت اچ پا لینڑاں (مثل)		فارسی/ہندکو

لفظ	ہجے	معنی	استعمال	ماخذ
آبنڑنا	آ-بنڑ-نا	کسی مصیبت یا خسارے دا آ جانڑا		قدیم ہندستانی
آب و ہوا	آ-بو-ہوا	موسم		فارسی
آبہڑاں	آ-بہ-ڑاں	آ بیٹھ رہاں - آ کے نہ جانڑاں - ٹھیٹھ ہو جانڑاں		ہندستانی
آبی	آ-بی	پانڑیں وانگ - نیلا - اسمانی رنگ دا		فارسی
آپ	آپ	خود - آپڑے آپ - آپی		قدیم ہندستانی
آپا	آ-پا	باجی - وڈی بھینڑ - آپو - آپی - ماں		"
آپاجی	آ-پا-جی	استانی		ہندستانی
آپڑا	آپ-ڑا	ذاتی - سگی - ساتھی - یار	آپڑا من بھی ہوکھا دینڈے دیکھے منتو چو ٹھے ہارے (نماز درانی)	ہندستانی
آپڑا آپڑا	آپ ڑا آپ ڑا	وکھرا وکھرا - جدا جدا - ہر ہکدا		ہندستانی
آپڑائی	آپ-ڑائی	صرف آپڑا - ہور کسی دا نئیں		ہندستانی
آپڑولی	آپڑ-ول-ی	خویش داری - رشتے داری - رشتہ		ہندستانی فارسی پشتو مرکب
آپڑی	آپ-ڑی	ذاتی - ملکیت	آپڑی دکھڑی جھنڈڑی دا ویھل کیتو سڑا النواں (نیپڑائی - ابھر)	ہندوی

لفظ	لہجہ	معنی	استعمال	ماخذ
اَپڑی اپڑی	آپ ڑی - آپاڑی	وکھری وکھری - جدا جدا		ہندوستانی
آپڑے	آپ ڑے	خویش، رشتہ دار - ذاتی	آپڑے وطن دی گلی وی پیاری آپڑے وطن دی ہر شے پیاری (وفارث بخاری)	ہندوستانی
آپسی	آ - پس	آپڑے وچ میاں		ہندستان
آپو	آ - پو	آپا - آپی		ہندوستانی
آپو آپ	آ - پو - آپ	خود - آپی	جیہڑا کھوہ کھوترے - اوہی ڈبیدے (وحشی)	"
اَپھڑن	آ - پھس - ڑاں	اچانک گرفتار ہو جانڑاں		"
آپی	آ - پی	خود - آپے - آپو آپ		"
آپے آپ	آ - پے - آپ	" " "	آپی آپ بنا جا وزا حسن کے آجا (زیچ آپی الیر)	"
آپی	آ - پی	آپا - آپو - وڈی بہن		
آپے	آ - پے	خود - آپی - آپو آپ		"
آپیڑن	آ - پیں - ڑاں	آپٹیڑن - محتاج ہو جانڑاں		"
آتش	آ - تش	اگ - غصہ - جذبہ		فارسی
آتشباز	آتش - باز	اگ دی کھیڈ کرنے والا		"
آتشبازی	آتش - بازی	اگ دی کھیڈ		"

لفظ	ہجے	معنی	استعمال	ماخذ
آتش پرست	آ-تش-پر-ست	اگ دی پوجا کرنے والا/ والے		فارسی
آتھمکڑاں	آ-تھم-ک-ڑاں	اچانک آ جانڑاں۔ آ ٹپکڑاں		ہندوستانی
آٹا	آ-ٹا	پیسا ہوا غلہ۔ باریک	آٹے وچ لونڑ (مثل)	״
آٹا آٹا کرنا	آ-ٹا-آٹا-کر-نا	باریک کرنا		״
آٹپکڑاں	آ-ٹپ-کڑاں	اچانک آ جانڑا۔ آتھمکڑاں		״
آبھس ٹڑاں	آ-بھس-ڑاں	آ بھم جڑاں۔ آ پکڑنا۔ موقع تے پکڑنا		״
آبھمڑاں	آ-بھم-ڑاں	پکڑنا۔ اچانک گرفتار کر نیڑاں		״
آبھیڑنا	آ-بھیڑ-ناں	نزمان مسطور تے اُبھیڑا۔ آکے لگ جانڑاں		״
آبھیتڑاں	آ-بھیس-ڑاں	کسی دا محتاج ہو جانڑاں		״
آٹے دا غم	آ-ٹے-دا-غم	روٹی دا غم۔ محنت مزدوری		״
آٹے دی فکر	آ-ٹے-دی-فکر	محنت مزدوری۔ صلہ دی تلاش		״
آٹے دی کمائی	آ-ٹے-دی-کمائی	محنت مزدوری		״
آٹے وچ لونڑ	آ-ٹے-وچ-لونڑ	بہت گھٹ۔ خفیف		״
آثار	آ-ثار	اثر دی جمع		عربی
آجانڑاں	آ-جاں-ڑاں	آ جلڑاں۔ آ نڑاں۔ پہنچ جانڑاں		ہندوستانی
آجلڑاں	آ-جل-ڑاں	دیکھو آ جانڑاں		״
آجمڑاں	آ-جم-ڑاں	ٹھیٹھ ہو جانڑاں۔ آ ڈٹڑاں		״
آچڑھنا	آ-چڑھ-ناں	غصہ کرنا۔ غالب آنڑاں		״

لفظ	ہجہ	معنی	استعمال	ماخذ
آشکارا	آ-شکارا	آشکارا - واضح - ظاہر		پشتو
آڈٹنا	آ-ڈٹ-ناں	اجڑاں - جم کے مقابلہ کرنا۔		ہندوستانی
آڈر	آ-ڈر	حکم - ارشاد - فرمان		انگریزی
آر	آر	موچیاں دا اِک اوزار		ہندوستانی
آرا	آ-را	وڈی آری		"
آرام	آ-رام	سکھ - چین - سکون - سکھ دا ساہ		فارسی
آرپار	آر-پار	اُرے پرے - اِک پاسے توں دوجے پاسے تک	یا آر تے یا پار	پشتو
آرزو	آر-زو	خاہش - تمنا - چاہ	ظالم دی آرزو تے اتہ جان بھی فدا کرے (بحر النعیم)	فارسی
آری	آ-ری	لکڑی وغیرہ چیرنے دا اوزار		ہندوستانی
آڑے	آ-ڑے	آڑا دی جمع		"
آڑیاں	آ-ڑ-ڑاں	اجڑاں۔ ٹیڈھا ہو جانڑا		"
آڑت	آ-ڑت	، سودی کاروبار		"
آڑتی	آڑ-تی	، دلال		"
آڑی	آ-ڑی	ساتھی - حمایتی - یار - دوست		"
آزاد	آ-زاد	بے فکر - بے حیا - بے لاگ		فارسی
آزادی	آ-زا-دی	بے فکری - بے حیائی		فارسی
آزار	آ-زار	تکلیف - دکھ - مصیبت - گناہ		فارسی

لفظ	لہجہ	معنے	استعمال	ماخذ
آزاری	آ۔زا۔ری	تکلیف دہ ۔ موذی		فارسی
آزمونڑاں	آزمو۔ڑاں	آزمیش کرنا ۔ امتحان لینڑاں		فارسی
آزمیخں آزمیخ	آزمیشکر ہیچ	امتحان		فارسی
آزمیشی ازمیشی	از۔مے۔شی(رخی)	امتحانی		فارسی
آس	آس	امید۔سہارا۔آرزو۔مدد۔اعتبار	سدراں اُتے جمگی کانی آس پلائی راس نہ آئی (دہنا ہمدانی)	ہندوستانی
آس اولاد	آس۔او۔لاد	منت دی اولاد۔ بال بچے		ہندوستانی مرکب
آس پاس	آس۔پاس	اگے پچھے۔ نزدیک		ہندوستانی
آستہ	آس۔تہ	ہولے نال۔ مزے مزے۔ نرم۔ حسان		فارسی
آسرا	آس۔را	سہارا۔آس۔امید۔مدد		ہندوستانی
آسن	آ۔سن	شلوار دا درمیانی حصہ		"
آسی	آ۔سی	نوکرانی۔آیا۔ خدمت گار		"
آشکارا	آش۔کا۔را	واضح ۔ صفا ۔ اظہارا		فارسی

لفظ	لہجہ	معنی	استعمال	ماخذ
آشنا	آش-نا	دوست-واقف-یار-محبوب	ڈل دردکی ہوئے آشنا امداد جبیندی جان بھی تھی دارناں	فارسی
آفت	آ-فت	بلا-مصیبت-بیماری		عربی
آفتاب	آف-تاب	سورج-خوبصورت	گورا بدن تیرا جیکوں تاج محل نقش پایا ہے تب آفتاب تیرے (خالد ربانی)	فارسی
آفریدی	آف-ری-دی	ھک قبیلہ		پشتو
آفرین	آف-رین	شابا-شاباش-شاباشی		فارسی
آکھڑاں	آکھ-ڑاں	کنیڑاں-مُنڑاڑاں-بیلانڑاں		ہندوستانی
آکھے لگڑیں	آ-کھے-لگ-ڑاں	مِنّھے لگڑاں-کنیڑاں منّڑاں	ڈل وسدے آکھے لگ گیاں تکڑیں سی ہی بتایں (فیض حشتی)	"
آگاہ	آ-گاہ	واقف-خبردار		"
آگاہی	آگا-ای	واقفیت-سمجھ-تجربہ		"
آل	آل	اولاد-بچے-پیڑھی		"
آلا	آ-لا	گھونسلہ-طاق-کھڈہ-بنّی	آلے دے نوالا (دمشتی)	"
آلا بھولا	آ-لا-بھو-لا	لاڈلا-نیازبین	آئیا بیلیا بھنیڈی لا دنڑدے (لوک گیت)	"
آلڑا	آل-ڑا	دیکھو آلا		"

لفظ	لہجہ	معنی	استعمال	ماخذ
آلڑاں	آل-ڑاں	دیکھو آلا		ہندوستانی
آلس	آ-لس	سستی - کاہلی		"
آلو	آ-لو	اِک ترکاری		فارسی
آلوبخارا	آ-لو-بخا-را	اِک میوہ		فارسی
آلوچہ	آ-لو-چہ	اِک پھل		فارسی
آلے ٹولے	آ-لے-ٹو-لے	ٹال مٹول		ہندوستانی
آمد	آ-مد	آونا - نزول	یار دی آمد ہوئی ہوئی لوکاں رنگ رنگیاں کی گھتّن (دھابڑ لوہار)	فارسی
آمڑاں سامڑاں	آم-ڑاں سام-ڑاں	روبرو		ہندوستانی
آمڑے سامڑے	آم-ڑے سام-ڑے	روبرو		"
آمی	آ-می	آمین - ختم قرآن - قرآن دے ختم دی رسم		عربی
آمین	آ-مین	دعائی کلمہ - خدا ایسی طرح کرے		عربی
آندا	آں-دا	آونا دا مصدری ماضی تمنائی یا شرطی (مذکر)	چوہڑ چوہڑی سی بانہ آندے میرا پھیریاں سی بازی آندا	ہندوستانی

آنڈی	آں۔ڈی	آنڈاں ہمدردی ماہنما تسائی یا اسرِ طلی (دخوش)	سپ جیسی سمت نمندی آنڈے وشے وچ جھنڈ جاندا اے	ہندوستانی
آنڈے	آں۔ڈے	آنڈی دی جمع		"
آنڈاں	آں۔ڈاں	جانڈاں دی ہمدردی آپہچڑیں ۔ نازل ہونا		"
آنڈنا	آنڈ۔نا	لیا نڈیں ۔ لے کے آنڈاں		"
آنہ	آ۔نا	جک سکہ ۔ جیہدی مالیت چھ پیسے دے	ڈرڈی ڈیڑی جدوں لگا زچار آنہ ہے اینوں چھونا لتا لنگری نال جلایاہ اے (دگمنام)	"
آوارہ	آ۔وا۔رہ	در در پھرنے والا ۔ خوار ۔ دربدر ۔ بدمعاش		"
آوازہ	آ۔وا۔زہ	خبر ۔ سینیا ۔ صدا		فارسی
آوجڑیں	آ۔وَج۔ڑاں	آجاڑاں ۔ آجلڑاں		ہندوستانی
آدی	آ۔وی	اسی ۔ آیا ۔ نوکرانی		"
آوے	آ۔وے	آاوڑے ۔ آجا ۔ آجاوے	تیرا بچرا آوے ٹھوڑو بیٹی من بکا داں تندورو اللہ ہو! (دوک لوری)	ہندوستانی
آہ	آہ	اُف ۔ افسوس ۔ صدائے افسوس	غمے دے وچ آہ تے زاری کھٹے دے وچ بے زاری! (صابر اطلاد)	عربی
آؤ	آ۔ؤ	آجاؤ		ہندوستانی

لفظ	ہجے	معنی	استعمال	ماخذ
آلی	آ لیُ	پلاوی۔ ہالی۔ آسی۔ آوی	جُوبن دیاں چھنّیں ماہولیں یاد تے آیاں ہتری تہاڈاں آلی	ہندوستانی
آئے	آئے	آنڑاں مصدر سی فعل ماضی (جمع)	بتھو پرا ترائیں کوش گھوڑے تے ہو ہونڈیں آئے (مہتل)	"
آئن	آئے۔ن	آئے دی جمع		"
آیا	آ۔ یا	آنڑاں مصدر سی فعل ماضی (واحد)	ہولی ہولی ہولی دیہہ گنڈی کس نے کھولی آیا لالہ بھٹ تے بیوی کو کاں بولی (رسٹھڑیں)	"
آیا؟	آ۔ یا	سوالیہ لفظ۔ کے۔ واقعی۔ سچ		فارسی
آئندہ	آئن۔ دہ	مستقبل وچ۔ اگلا۔ ثانی		فارسی
آیات	آ۔ یات	قرآن شریف دا جملہ۔ گہل		عربی
آیاتاں	آ۔یا۔تاں	آیات دی جمع		عربی

لغت ہندکو اس بات کی شاہد ہے کہ اس زبان میں کسی دوسری زبان کا لفظ اجنبی معلوم نہیں ہوتا۔ ہندکو زبان کے الفاظ میں فارسی اور عربی زبانوں کے الفاظ کی بھرمار اس بات کا بین ثبوت ہے کہ خیبر کے اس پار سے آئے ہوئے فاتحین اور شاہراہ ریشم اور جرنیلی سڑکوں کو استعمال کرنے والے تجار ایک مدت سے اس قدیم زبان کی شکست و ریخت اور تغیر و تبدل کے سلسلے میں ایک اہم کردار ادا کرتے رہے ہیں چنانچہ آج جب ہم ہندکو زبان کی لغت کو مرتب کرنے بیٹھے ہیں۔ تو ہمیں باہر سے آئی ہوئی قوموں میں سے کسی کی زبان کا لفظ بھی اجنبی معلوم نہیں ہوتا۔ ہر زبان

کا لفظ ہندکو زبان کے مخصوص لہجے کا لبادہ اوڑھنے کے بعد اب ہی زبان کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ مثلاً انگریزی کے آرڈر نے ہندکو کے آڈر کا روپ اختیار کرنے کے بعد یہ گمان کھو دیا ہے کہ اس لفظ کا ماخذ کیا تھا۔ یہی حال فارسی اور عربی کے بہت سے الفاظ کی ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مدت مدید تک ہندکو کا علاقہ کسرائے فارس کی باجگزار اور سلطنت کے طور پر رہا ہے۔ چنانچہ تاریخ پشاور کے مصنف نے جہاں اس زبان کو پنجابی ظاہر کیا ہے۔ وہاں اس نے یہ بات بھی لکھ دی ہے کہ

"خاص پشاور میں جو لوگ باشندہ کابل نہیں ان کے خاندان میں فارسی اکثر بولی جاتی ہے...... (تاریخ پشاور)

فارسی زبان کا تعلق سرزمین پاک و ہند سے بہت پرانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہماری زبانوں میں فارسی کا عمل دخل بہت زیادہ ہے۔ فارسی کے بعد عربی کی باری ہے اور پھر دوسری زبانوں کا نمبر آتا ہے۔

یہاں یہ بات بتا دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ ہندکو زبان وہی لشکری زبان ہے جو پھل پھول اور پھیل کر ہندوی۔ ہندی۔ ہندوستانی۔ ریختہ اور پنجابی قسم کے ناموں سے مشہور ہوئی۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ ہماری عظیم قومی زبان اردو بھی ہندکو زبان ہی کی نہایت ترقی یافتہ صورت ہے۔[1]

ہندکو لغت کے اس ابتدائی نمونے کو ہم ہندکو زبان کی مکمل لغت کا نام تو

---

[1] ہندکو زبان اردو، پنجابی اور سندھی کی ماں ہے۔ اس سلسلے کی مدلل بحث اس کتاب کی آئندہ جلد میں بڑی تفصیل سے پیش کی جا رہی ہے۔

نہیں دے سکتے۔ مگر شماریات کے اصولِ نمونہ بندی (Sampling) کی رُو سے ہندکو الفاظ کے اس مختصر سے مجموعے سے جو نتائج اخذ کر سکتے ہیں اس کی بنیاد پر ہم اپنی بحث کو ٹھوس طریقے سے آگے بڑھا سکتے ہیں۔

ہندکو لغت کے حصۂ الف محدودہ کے مطابق ہندکو زبان کے ان سوا سو الفاظ میں مختلف زبانوں کے الفاظ کی آمیزش کی تعداد و شمار درج ذیل ہیں:۔

نمبر شمار	نام زبان	تعداد الفاظ	فی صد تعداد
۱	فارسی	۳۰	۳۷٫۵۰ ٪
۲	عربی	۱۰	۱۲٫۵۰ ٪
۳	انگریزی	۱	۱٫۲۵ ٪
۴	ہندوستانی	۸۲	۱۰۲٫۵۰ ٪
۵	پشتو	۲	۲٫۵۰ ٪

ہندکو کا خاندان

لغت ہندکو کے ابتدائی چند الفاظ کا مطالعہ ہم پر یہ بات آشکارا کرتا ہے کہ اِس زبان کے کم و بیش ایک سو پچیس الفاظ میں سے ۱۲ء۵ فی صد عربی زبان سے ماخوذ ہیں۔ ۳۷ء۵ فی صد فارسی زبان سے لئے گئے ہیں ۱ء۲۵ فی صد انگریزی سے مستعار ہیں۔ ۱۰۲ء۵ فی صد قدیم ہندوستانی زبانوں سے اور ۲ء۵ فی صد پشتو سے لئے گئے ہیں۔

ہندکو بولی یا زبان کے ان چند بنیادی الفاظ کے یہ اعداد و شمار ہمیں اس حقیقت افروز بات کا قائل کرتے ہیں کہ یہ زبان سامی اور آریائی زبانوں کے الفاظ کے اشتراک سے وجود میں آئی ہے۔ جن میں قدیم ہندوستانی زبانیں فارسی، پشتو اور انگریزی وغیرہ کا تعلق آریائی زبانوں سے ہے۔ جبکہ عربی سامی زبانوں کے کھاتے میں پڑتی ہے۔ اور جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ سامی اور آریائی زبانیں ماہرین لسانیات کے بنائے ہوئے زبانوں کے چار خاندانوں میں سے اشتقاقی خاندان اور تحلیلی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ سامی اور آریائی زبانوں کے ناطے ہندکو زبان یا بولی کا تعلق بھی زبانوں کے اشتقاقی اور تحلیلی خاندانوں سے ہے۔

ہندکو زبان کے الفاظ کی ساخت کا مطالعہ ہم پر یہ حقیقت بھی آئینہ کرتا ہے کہ اس کے اکثر مرکب الفاظ سابقوں اور لاحقوں کے ملاپ سے اس طرح ترکیب پاتے ہیں کہ اگر ان الفاظ کی اجزائے ترکیبی کی جائے تو بہت آسانی سے ہو جاتی ہے۔ مثلاً "بدمزاج" کا لفظ "بد" اور "مزاج" کے ملاپ سے وجود میں آیا ہے اور ہر ایک جز کے معنی وہی ہیں جو مرکب میں تھے۔ یعنی بدمزاج کے معنی ہیں "بُری طبیعت والا" جبکہ "بد" کے علیحدہ معنی ہیں۔ بُرا یا بُری اور مزاج کے معنی ہیں طبیعت ۔

ہندکو زبان میں ایسے جیتر الفاظ فارسی زبان سے آئے ہیں لیکن بعض الفاظ ایسے بھی مل جاتے ہیں جو خالصتاً ہندکو رنگ کے حامل ہیں جیسے :۔

اللہ رکھا۔ دلبر جانی۔ دادا سوہرا۔ صبزادی۔ باچھازادی۔ باچھازادہ۔ صبزادہ۔ بجتہ وری۔ غنڈ ہٹ۔ چٹا دُدھ۔ پری چہرہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

فارسی زبان کے وہ الفاظ جو سابقوں اور لاحقوں کے ملاپ سے وجود میں آنے کے بعد ہندکو بول چال میں کثرت سے مستعمل ہیں ان کی فہرست بہت لمبی ہے لیکن مثال کے لئے صرف وہ چند الفاظ دیئے جاتے ہیں۔ جو ہندکو زبان سے یوں مانوس ہو چکے ہیں۔ جیسے یہ اس ہی زبان کے الفاظ ہوں۔ جیسے :۔

کبوتر باز۔ جوٹے باز۔ دلدار۔ خبردار۔ بے شک۔ بجا۔ بے جا۔ ڈاک خانہ۔ دربان۔ خانہ برانداز۔ روشن دان۔ پان دان۔ خانہ خراب یکدان۔ جانماز۔ وغیرہ وغیرہ۔

ہندکو زبان کے یہ چند الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ اس زبان میں سابقوں اور لاحقوں کے ملاپ سے وجود میں آنے والے الفاظ کی کوئی کمی نہیں۔ اور جس زبان میں ایسے الفاظ کثرت سے پائے جائیں۔ اس زبان کو ماہرینِ لسانیات زبانوں کے چار خاندانوں میں سے جس خاندان میں رکھتے ہیں۔ وہ اشتقاقی خاندان کی ترقی یافتہ صورت موسوم بہ "تحلیلی خاندان" ہے۔ گویا ہندکو زبان کا خاندان اس زبان کے سامی اور آریائی گروہ سے تعلق کے ناطے اشتقاقی اور تحلیلی خاندانوں میں سے کوئی ایک ہے۔ اور اس زبان کے سابقوں اور لاحقوں کے ملاپ سے وجود میں آنے والے الفاظ کی روشنی میں اس زبان کا حتمی خاندان تحلیلی زبانوں کا خاندان ہے۔

ہندکو زبان کے زبانوں کے تحلیلی خاندان سے تعلق کا ایک اور ثبوت اس کے الفاظ کو تحلیل کر کے اُن کے ماخذ کا پتہ چلایا جا سکنے کا عمل بھی ہے جیسے :۔ اس زبان کے ایک لفظ دمڑی کی تحلیل ہمیں مختلف مراحل سے گذارنے کے بعد اس لفظ کے یونانی النسل ہونے کی خبر دیتا ہے۔ دمڑی کا لفظ ہندکو زبان میں مستعمل عام ہے۔ ہندکو زبان کے کئی نامور شاعروں نے اس لفظ کا استعمال اپنے اشعار میں بڑی خوبصورتی سے کیا ہے۔

دمڑی دمڑی جوڑ کے آنہ جا بڑا یا وے
اُنے دا چھوٹا لتا لنگوٹی نال ہلایا وے

دمڑی کا یہ لفظ ہندکو میں ایک سکے کے لئے استعمال ہوتا تھا جس

کی اصل یونان کا سکّہ درخم ہے۔ جو ہندوستان میں آ کر دام بنا اور ہند کو
کے مخصوص لب و لہجہ کی وجہ سے (جس کی مثالیں اَمڑی۔ کمڑی۔ جنڈی
بنڈری وغیرہ ہیں) کے مطابق دمڑی ہو کر رہ گیا۔

دمڑی کے علاوہ اور بہت سے ایسے الفاظ ہیں۔ جن کی تحلیل کی جا
سکتی ہے اور جو اس زبان کے "زبانوں کے تحلیل خاندان" میں سے ہونے
کے ثبوت بن سکتے ہیں۔

ہندکو کا شجرہ

یہ بات تو ہم پہلے ہی جان چکے ہیں کہ ہر زبان دنیا کی زبانوں کے کسی نہ کسی خاندان سے ضرور تعلق رکھتی ہے۔ اس سلسلے میں ہم یہ بھی عرض کر چکے ہیں کہ ہندکو کا تعلق ماہرین لسانیات کے بنائے ہوئے چار خاندانوں میں سے کس خاندان یا گروہ سے ہے۔ ہندکو لغت کے ابتدائی یا الف ممدودہ سے شروع ہونے والے الفاظ نے ہم پر یہ عقدہ بھی کھول دیا ہے کہ یہ زبان۔ زبانوں کے چار خاندانوں میں سے ایک خاندان موسوم بہ "تحلیلی خاندان" کی فرد ہے۔ مگر ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ اس زبان یا بولی کا تحلیلی خاندان میں مقام کیا ہے۔

ہندکو زبان یا بولی کا اس کے اپنے خاندان میں مقام کا تعین ہمیں ایک بار پھر اس کے بنیادی الفاظ کا مطالعہ کرنے پر مجبور کرتا ہے جس کے ذریعے سب سے پہلے ہم یہ بات معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ آیا یہ زبان تحلیلی خاندان کے سامی گروہ سے تعلق رکھتی ہے یا آریائی گروہ سے؟

ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ زبانوں کے سامی گروہ میں جو زبانیں شامل ہیں اُن میں عربی۔ عبرانی۔ سریانی۔ قبطی۔ فونیقی اور کلدانی وغیرہ مشہور و

معروف ہیں۔ جبکہ آریائی زبانوں کے گروہ میں رومن۔ لاطینی۔ یونانی۔ جرمن۔ فرانسیسی کلٹی۔ روسی۔ انگریزی۔ سنسکرت۔ ایرانی۔ فارسی۔ سندھی۔ پنجابی۔ پشتو اور اردو وغیرہ شامل ہیں۔

الف ممدودہ سے شروع ہونے والے الفاظ کی ہندکو لغت نے ہمیں ہندکو الفاظ کے ماخذوں کے متعلق جو اعداد و شمار دیئے ہیں۔ ان کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس زبان یا بولی میں سامی زبانوں کی نسبت آریائی زبانوں کے الفاظ کی تعداد واضح طور پر زیادہ ہے۔ کیونکہ ہندوستانی۔ فارسی۔ پشتو اور انگریزی وغیرہ قسم کی آریائی زبانوں کے الفاظ کی مجموعی تعداد عربی اور عبرانی قسم کی سامی زبانوں کے الفاظ سے مجموعی طور پر تقریباً ۹۱ فیصد زیادہ ہے۔

اعداد و شمار کی طائرانہ جھلک [redacted] ایک بار پھر حاضر ہے۔

ہندکو زبان میں شامل آریائی زبانوں کے حرف الف ممدودہ سے شروع ہونے والے الفاظ کی تعداد ۱۔

نام زبان	تعداد الفاظ
پشتو	۲
فارسی	۳۰
انگریزی	۱
ہندوستانی	۸۲
کل تعداد	۱۱۵

ہندکو زبان میں شامل سامی زبانوں کے حرف الف ممدودہ سے شروع ہونے والے الفاظ کی تعداد = ۱۰

$$\frac{\text{عربی}}{\text{کل تعداد}} = \frac{10}{10}$$

ہندکو میں مستعمل آریائی زبانوں کے الفاظ کی تعداد = ۱۱۵ = ا

ہندکو میں مستعمل سامی زبانوں کے الفاظ کی تعداد = ۱۰ = ب

ہندکو میں مستعمل آریائی زبانوں کے الفاظ کی سامی زبانوں کے الفاظ کی تعداد سے زیادتی = ۱۱۵ − ۱۰ = ۱۰۵

ہندکو زبان میں آریائی زبانوں کے الفاظ کی فیصد زیادتی = ۹۱٪ تقریباً

آریائی زبانوں کے الفاظ کی یہ فیصد زیادتی اگرچہ ہندکو کی مکمل لغت کو سامنے رکھ کر پیش نہیں کی گئی۔ لیکن پھر بھی شماریات کے قانون نمونہ بندی کے مطابق (ACCORDING TO THE SAMPLING LAW OF STATISTICS) ہندکو کے الف ممدودہ سے شروع ہونے والے الفاظ کو تمام ہندکو الفاظ کے نمائندہ الفاظ مان کر مندرجہ بالا اعداد و شمار کی روشنی میں یہ مبنی بر حقیقت دعوے کرنے میں ہم سو فیصدی حق بجانب ہیں کہ ہندکو خالصتاً آریائی زبانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ ہم اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے اس زبان کے چند الفاظ کا موازنہ دنیا کی دیگر آریائی زبانوں

کے چند الفاظ سے کر کے حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔ ہندکو زبان کے چند بنیادی الفاظ کی۔ آریائی زبانوں کے ہم معنی الفاظ کے ساتھ مشابہت ملاحظہ فرمایئے۔

ہندکو	اردو	سنسکرت	لاطینی	فارسی	یونانی	جرمنی	روسی	انگریزی	پنجابی
ماں	ماں	ماتا	ماٹر	مادر	میٹر	مُٹر	میت	مادر	ماں
پیو	باپ	پتر	پاٹر	پدر	پیٹر	فاٹر	پیت	فادر	پیو
پراء	بھائی	بھراتر	فرٹیر	برادر	فریٹر	برڈر	برت	برادر	پہائی

ہم معنی الفاظ کی یہ دلچسپ مشابہت ہمارے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے ایک ٹھوس دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کی روشنی میں ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہندکو خالصتاً آریائی زبان ہے۔

مگر ہندکو زبان یا بولی کو آریائی زبانوں کے گروہ کا رکن ثابت کر دینے سے ہمارا منشا پورا نہیں ہوتا۔ اس کا شجرۂ نسب معلوم کرنے کے پیش نظر ابھی ہم نے بہت کچھ کرنا ہے۔ کیونکہ اس کا زبانوں کی آریائی نسل سے ہونا اس کے شجرہ نسب پر کوئی خاص روشنی نہیں ڈالتا۔ کیونکہ آریائی زبانوں کا گروہ بذات خود اتنا مختصر نہیں کہ ہم ہندکو کو نہایت آسانی سے اس گروہ میں تلاش کر لیں۔

آریائی زبانوں کے گروہ کو ماہرین لسانیات نے دو بڑے حصوں

یا شاخوں میں تقسیم کیا ہے :۔

(۱) ساتم آریائی زبانوں کا گروہ۔

(۲) سنیٹم آریائی زبانوں کا گروہ۔

ہندکو آریائی زبانوں کے ان دو بڑے گروہوں یا خاندانوں میں سے ساتم آریائی زبانوں کے گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔ کیونکہ سنیٹم آریائی زبانوں کے گروہ اور ساتم آریائی زبانوں کے گروہ کی تقسیم کے لئے ماہرین لسانیات نے جو طریقہ کار اختیار کیا تھا۔ اس میں سَو یا ۱۰۰ کے ہندسے کو بنیاد بنایا گیا تھا۔

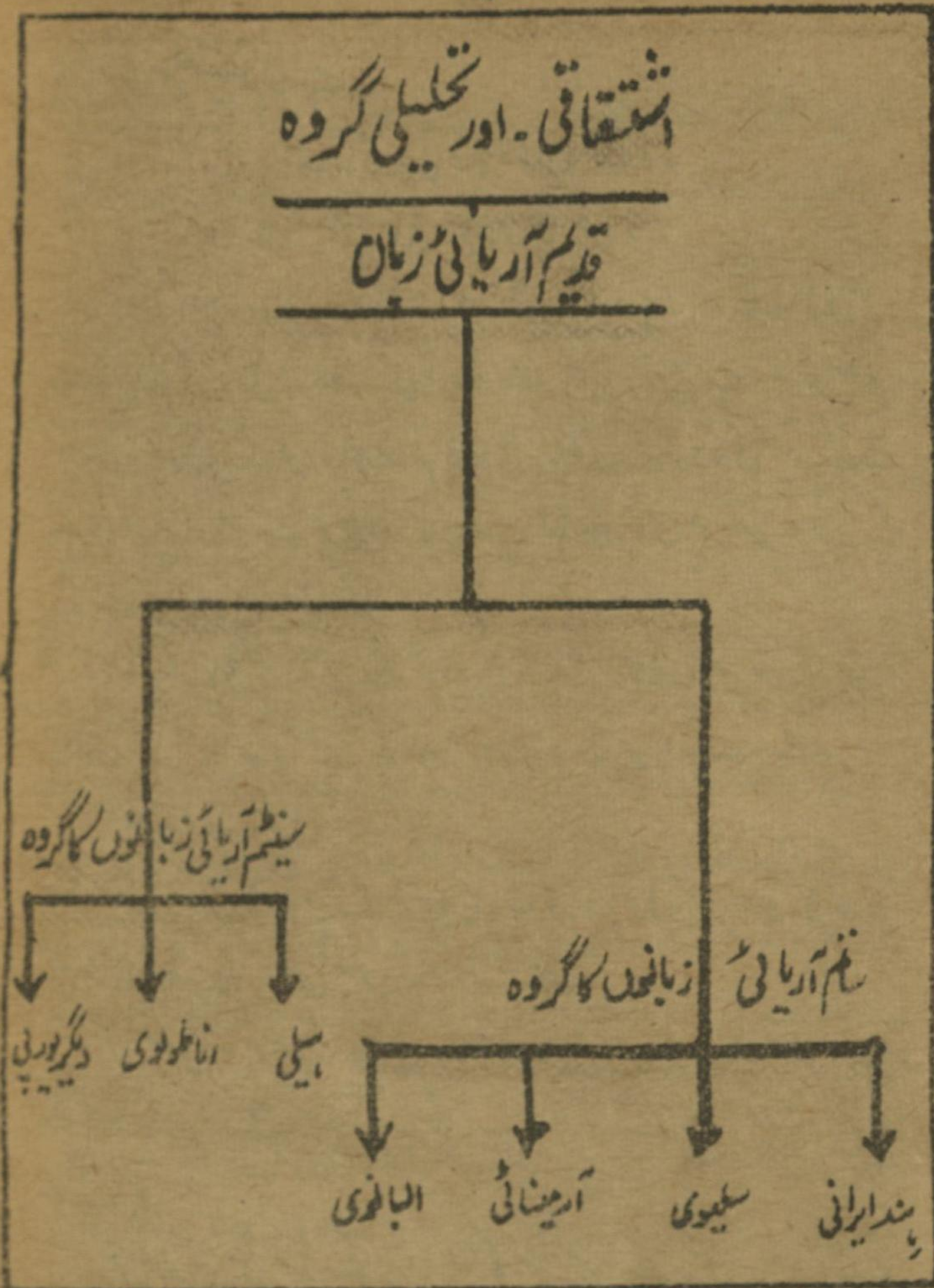
ساتم آریائی زبانوں کے گروہ میں شامل زبانوں میں سَو کا ہندسہ سین "س" یا صاد "ص" کی آواز سے شروع ہوتا ہے۔ جیسے

سو۔ صد۔ سَل

جبکہ سنیٹم آریائی زبانوں کے گروہ میں شامل زبانوں میں سَو کا عدد "ن" کے بغیر بولا یا لکھا نہیں جا سکتا۔ جیسے

فرانسیسی۔ جرمنی۔ یونانی۔ لاطینی وغیرہ میں "سینٹ" کا لفظ سَو کے ہندسے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو "ن" کے بغیر "سیٹ" پڑھا جائے گا۔

ہم ہندکو میں سَو کے ہندسے کو سَو ہی کہتے ہیں۔ یعنی ہندکو کے سَو کا عدد اپنے شروع میں وہی آواز دیتا ہے جو سین یا صاد سے ملتی جلتی ہے۔ پس ہم اس بیان کی روشنی میں کہہ سکتے ہیں کہ ہندکو کا



تعلق آریائی زبانوں کے "ساتم" نامی گروہ سے ہے۔ نہ کہ سینٹم نامی گروہ سے۔

مگر آریائی زبانوں کا ساتم نامی گروہ تو زبانوں کے اور بہت سے گروہوں یا خاندانوں میں بھی منقسم ہے جن میں ہند ایرانی۔ آرمینائی۔ سلیوی۔ البانوی اور ان کے ذیلی گروہ شامل ہیں۔ ہندکو کا ساتم زبانوں کے ان بہت سے گروہوں اور خاندانوں میں سے کس خاندان کے ساتھ تعلق ہے۔ اور کیوں ہے۔ ہمارا یہ سوال ہمیں ایک بار پھر لغت ہندکو کے ابتدائی اور الف ممدودہ سے شروع ہونے والے الفاظ کی گنتی کا مطالعہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ زیر مطالعہ لغتِ ہندکو میں آریائی خاندان کی نمائندگی فارسی۔ پشتو۔ ہندوستانی اور انگریزی زبانوں کے چند الفاظ کر رہے ہیں۔ جن کی تعداد میں نسبت درج ذیل ہے:

نام زبان	ہندوستانی	فارسی	انگریزی	پشتو
تعداد الفاظ میں نسبت	:	:	:	:

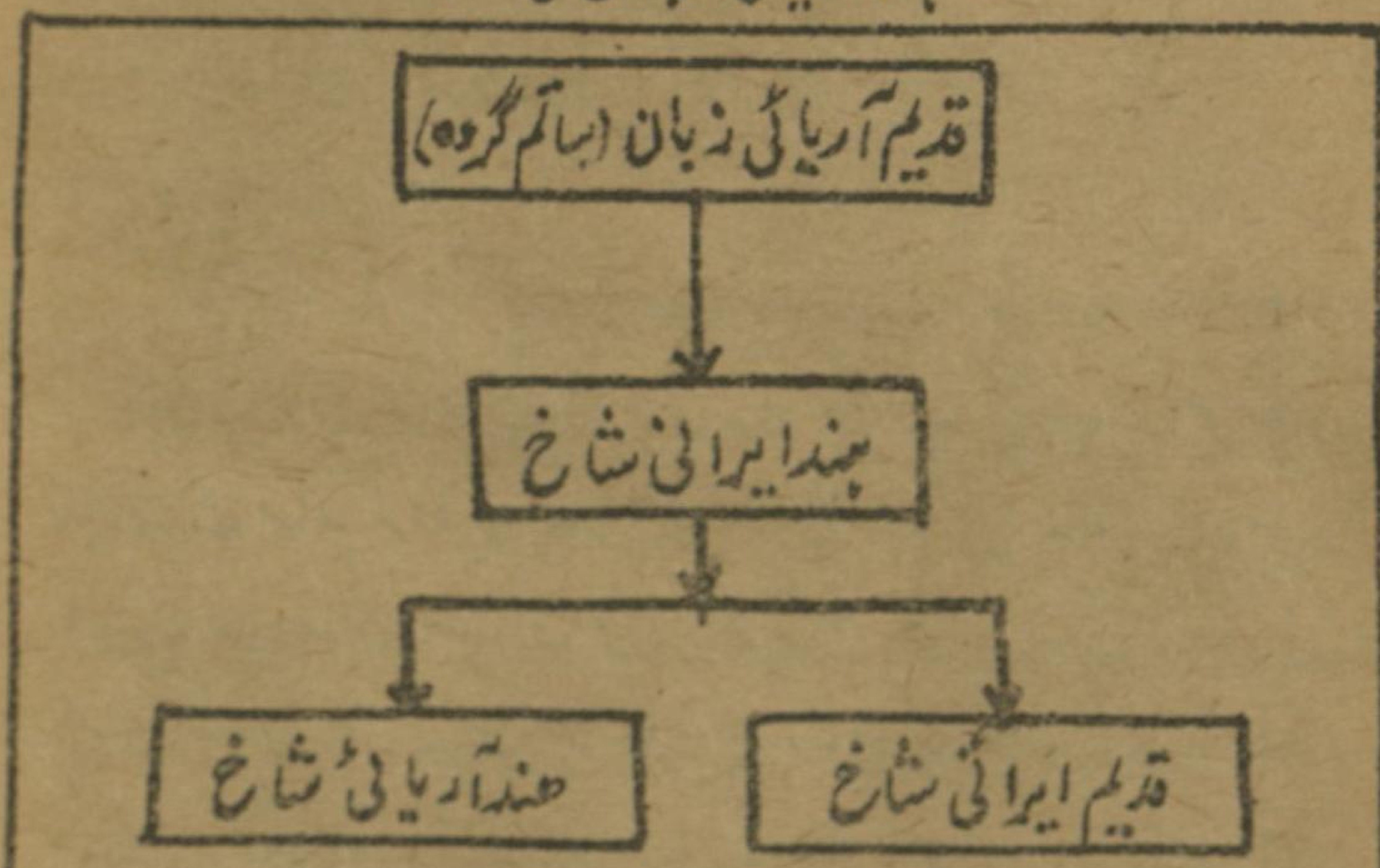
ان زبانوں میں صرف انگریزی کے سوا سب کی سب زبانیں آریائی زبانوں کے ساتم گروہ کی ہند ایرانی شاخ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور اس کے علاوہ ان سب زبانوں کے شامل لغت ہندکو الفاظ کی مجموعی تعداد ۱۱۳ ہے جبکہ انگریزی زبان کا صرف ایک لفظ ہندکو پر انگریزی اثر کی نفی کھا رہا ہے۔ جو اس بات کا بیّن

ثبوت ہے کہ ہندکو کے خمیر میں ہند ایرانی زبانوں کے الفاظ رچے بسے ہوئے ہیں۔ جو اس زبان کا ناطہ ساتم گروہ کی ہند ایرانی شاخ سے جوڑتے دکھائی دیتے ہیں۔

ہندکو کا رشتہ آریائی زبانوں کی ہند ایرانی شاخ سے جوڑنے کے بعد اب ہم دیکھیں گے کہ یہ زبان آریائی زبانوں کے درخت کی ہند ایرانی شاخ کی کس ٹہنی سے وابستہ ہے۔ کیونکہ آریائی زبانوں کی ہند ایرانی شاخ بھی اس قدر پھیلی پھولی دکھائی دیتی ہے کہ اس میں ہندکو کے کانٹے کی تلاش اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ آریائی زبانوں کی ہند ایرانی شاخ کی مزید دو بڑی شاخیں ہیں۔

(۱) قدیم ایرانی زبانوں کی شاخ

(۲) ہند آریائی زبانوں کی شاخ



قدیم ایرانی شاخ میں اوستائی - پہلوی - فارسی - پشتو - مرٹی - بلوچی وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ ہند آریائی شاخ میں سنسکرت - ہندی - پنجابی - سندھی - اردو وغیرہ قسم کی زبانیں نظر آتی ہیں۔

ھندکو زبان قدیم ایرانی شاخ سے تعلق رکھتی ہے یا ہند آریائی شاخ سے؟ ہمارے اس سوال کا جواب بھی اس زبان کے لفظ ممدودہ سے شروع ہونے والے الفاظ کے اعداد وشمار سے مل سکتا ہے۔

ہندکو الفاظ کی الف ممدودہ سے شروع ہونے والے الفاظ کی لغت میں ہندوستانی الفاظ کی مجموعی تعداد ۸۲ ہے۔ جبکہ اس کے برعکس فارسی اور پشتو کے الفاظ کی مجموعی تعداد (۳۰ + ۲) = ۳۲ ہے۔ گویا ہماری لغت میں ہند آریائی زبان کے ۸۲ الفاظ شامل ہیں جبکہ قدیم ایرانی شاخ کی زبانوں کے صرف ۳۲ الفاظ شامل ہیں۔ اور الفاظ کی تعداد میں یہ نسبت اس بات کا ٹھوس ثبوت ہے کہ ھندکو زبان خالصتاً آریائی زبانوں کی ہند آریائی شاخ سے تعلق رکھتی ہے۔

پس اس سیر حاصل اور پُر مغز بحث کے بعد ہم جس نتیجہ پر پہنچے ہیں اس کے مطابق ہندکو بولی یا زبان آریائی زبانوں کے سائتم گروہ کی ہند ایرانی شاخ کے ہند آریائی گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور یہی اس کا شجرہ نسب ہے:۔

شجرۂ نسب

قدیم آریائی زبان

ہند ایرانی شاخ

ہند آریائی شاخ

ہندکو زبان

ہندکو کا ماضی

ہندکو کے ماضی پر گذرے ہوئے زمانے کی دھول کے دبیز اور تاریک پردوں کے سوا کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اس زبان کی موجودہ تحریروں کی روشنی میں ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ ہندکو کے متعلق جاننے والے ہر ایک صاحب الرائے قلم کار نے اس زبان کو برصغیر پاک و ہند کی نہایت ہی قدیم زبان کہنے کی کوشش کی ہے[1]۔ لیکن جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے اس زبان کو قدیم کہہ دینا ہی کافی نہیں — جس طرح کسی بزرگ کی عمر گنوا دینا اس کی زندگی کے متعلق تمام سوالوں کا بھرپور جواب نہیں ہو سکتا بالکل اسی طرح ہندکو کو قدیم ترین کہہ دینا اس کے گھپ اندھیر ماضی کو روشن نہیں کرتا۔

ہندکو زبان کے ماضی کی تلاش میں ہمیں جن خارزاروں۔ تنگ گھاٹیوں اور تاریک منزلوں سے گذرنا پڑتا ہے وہ اپنی جگہ دلچسپ بھی ہیں اور اپنی مثال آپ بھی — ہندکو زبان کے تاریک ماضی کی ایک وجہ اس زبان کی یہ بدقسمتی ہے کہ اسے ماہر لسانیات تو کیا، مشرقی ہی

---

[1] باب ۱ "ہندکو"

سے کوئی ادیب یا تاریخ دان تک میسر نہیں آیا۔ جس کی وجہ ہمیں آگے چل کر قدرے تفصیل کے ساتھ معلوم ہوگی۔ کہ اُس سرزمین پر جہاں ہندکو بولی اور سمجھی جاتی تھی ذات پات کا باطل نظام بڑی سرکشی کے ساتھ پھل پھول رہا تھا۔ اور لوگ الہامی کتابوں کے سوا کوئی بات لکھنے یا پڑھنے کے عادی نہ تھے۔ اُن کی تحریروں کا رواج داستان نویسی اور توہم نویسی سے آگے نہیں بڑھا تھا۔ قدیم ہندوستان کے لوگوں کو اپنی سرزمین کی تاریخ لکھنے کی توفیق نہیں ہوئی چہ جائیکہ وہ "ہندکو زبان" کے متعلق کچھ لکھتے۔

سرزمین ہند کے متعلق جتنی تحقیقات اب تک ہوئی ہیں وہ غیر ملکیوں نے کی ہیں۔ جو ساتھ ہی ساتھ یہ گلہ بھی کرتے رہے ہیں کہ ہند کے لوگوں کو تاریخ نویسی پر دسترس نہیں تھی۔ ان حقائق کا اظہار جن متعدد علماء نے کیا ہے۔ اُن میں البیرونی۔ گوردن۔ الفنسٹن اور کیرو وغیرہ کے نام لئے جا سکتے ہیں۔ اگر ماضی میں ہندکو زبان کو تاریخ دان میسر آجاتے۔ تو شاید آج اس کے ماضی کو کریدنے میں کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

دنیا کی تقریباً ہر ایک زبان کی طرح ہندکو زبان کا ماضی بھی اس کے حال کے آئینے میں جھلک رہا ہے لیکن اس تک پہنچنے کے لئے قدرے پوسٹ مارٹم کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ زبان" زبانِ حال سے اپنے ماضی کی داستان سنا رہی ہے۔ اس زبان کے ہر لفظ پر اس کی سرگزشت (آپ بیتی) لکھی ہوئی ہے۔ جسے پڑھنے کے لئے کافی

سے زیادہ حد تک حقیقت کو پرکھنے کی عینکوں کی ضرورت ہوتی ہے لفظوں کا یہ خوبصورت کھنڈر عمارت کے حسین ہونے کی شہادت دے رہا ہے۔ سنسکرت سے لے کر انگریزی تک کے الفاظ کا اس زبان کے خزانے میں مل جانا اس زبان کے پُرآشوب ماضی کا ثبوت ہے۔

اس سے پیشتر کہ ہم اس زبان کے ماضی کو پرت در پرت پرکھنے کی کوشش کریں یہاں یہ بات یاد دلانا ضروری خیال کرتے ہیں کہ گذشتہ باب میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اس زبان کا آریائی زبانوں کی ہند آریائی شاخ کے ساتھ بڑا گہرا تعلق رہا ہے۔ اس لئے ہندکو کے ماضی کے مطالعہ کے سلسلے میں آریائی زبانوں کی ہند آریائی شاخ کا مطالعہ نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آئندہ ابواب میں ہم آپ کو آریائی زبانوں کی ہند آریائی شاخ کے دریچے کھول کھول کر ہندکو زبان کے ماضی کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ملیں گے۔

آریائی زبانوں کی ہند آریائی شاخ اور ہندکو

آج سے تقریباً ساڑھے چار ہزار برس پہلے کا واقعہ ہے۔ اُس زمانے کا واقعہ جب قدیم ہندوستان (جہاں آج ہندکو بولی جاتی ہے)[1] کے لوگ ذات پات کے مسئلوں میں اُلجھ کر نہایت بُری حالت میں زندگی گذار رہے تھے۔ یہاں کے راجے مہاراجے خانہ جنگیوں میں مصروف تھے۔ تاریخ ادوار اگون کے مسئلوں نے جنم جنم نفرت، خوف اور بدتوں کے بیج بوئے ہوئے تھے۔ باطل اور طاغوتی قوتیں پھل پھول رہی تھیں۔ کہ ایسے میں قانونِ فطرت کے میزان میں جُنبش ہوئی۔ اور تاریخ ہند کے اوراق پہ ایک تہذیب یافتہ قوم کا وجود نظر آنے لگا۔ جو وسط ایشیا سے نکل کر انگور کی بیلوں کی طرح پھیلتی ہوئی سرزمینِ ہند میں فتح و نصرت کے نعرے بلند کرتی ہوئی داخل ہو گئی۔ یہ قوم وسط ایشیا کے بہادر جفاکش اور وجیہ باغبانوں کی قوم تھی جسے تاریخ والوں نے آریاؤں کا نام دیا ہے۔

آریاؤں نے کھیتی باڑی کو اپنا ذریعۂ معاش بنایا ہوا تھا۔ وہ پاتو

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ ۔۔۔

جانوروں سے بھی کام لینا جانتے تھے۔ انہوں نے قدیم ہندوستان میں ورود کے بعد یہاں کے لوگوں کو جو پہلے ہی سے ذات پات اور اونچ نیچ کے مسئلوں میں اُلجھے ہوئے تھے۔ بڑی آسانی سے رام کر لیا۔ اور ان ہی کے بنائے ہوئے ذات پات کے اصولوں سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے خود راجے مہاراجے بن کر مقامی لوگوں پر حکومت کرنے لگے۔

آریا ہندوستان میں ایک ہی بار نہیں آئے۔ ان کی آمد و رفت کا سلسلہ صدیوں تک چلتا رہا۔ نئے فاتح بن کر آتے اور پرانے مفتوح ہو جاتے یا بھاگ جاتے۔ نئے آنے والے پرانوں کا دائرہ حیات تنگ کرتے رہتے۔ ان کی سیاست قوت بازو ہوتی۔ جس کا تختۂ مشق قدیم ہندوستان کے پُرانے باشندے ہوتے جن پر ہر قسم کا ظلم روا سمجھا جاتا۔

آریا نسل کے یہ لوگ اپنے ساتھ اپنی آریائی زبانیں بھی لیکر آتے تھے۔ چونکہ ان لوگوں کی اکثریت قدیم ایران کے شمال مغربی علاقے میدیا سے نکل کر قدیم ہندوستان میں داخل ہوتی تھی۔ اس لئے ان کی زبان بھی ایران آلود ہوا کرتی تھی۔ جو یہاں کے باشندوں کی پراکرتوں (ہندکو وغیرہ) کا اثر قبول کرنے کے بعد ایک نئے رنگ میں رنگی جاتی۔ ان کی زبانوں کا یہ نیا رنگ ہندوستانی رنگ ہوتا۔ جس کے ناطے ان کی ایران آلود آریائی زبان (ہند ایرانی زبان) آدھا تیتر آدھا بٹیر بن کر "آریائی زبانوں کی ہند آریائی شاخ" بن جاتی۔

ہند آریائی زبانوں کا قدیم دور اور ہندکو زبان

قدیم ہند آریائی زبانوں کے دور میں سنسکرت زبانوں نے جو ترویج و ترقی کی وہ شاید ہی کسی دوسری زبان کے حصے میں نہیں آئی۔ پانینی کے دور میں سنسکرت ہندوستان کے دانشوروں کی واحد علمی اور ادبی زبان مانی جاتی تھی۔ اور اس زبان کا تقدس اور احترام سرکاری طور پر بڑی سختی سے کیا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ پانینی پاکستان کے صوبہ سرحد کے موجودہ ضلع مردان کے ایک گاؤں لاہور کا رہنے والا تھا۔ ہند آریائی زبانوں کے قدیم ادوار میں یہ شہر قدیم تہذیب کا گہوارہ تھا جو البیرونی کے دور تک بارونق اور ذیشان رہا۔ پانینی جو موجودہ صوبہ سرحد کا رہنے والا تھا۔ اُس نے پہلی بار سنسکرت کی گرامر مرتب کر کے اِس زبان کو ارتقاء کی بلندیوں

تک پہنچا دیا تھا۔ جناب مختیار علی نیّر صاحب ہندکو زبان کی قدامت کے باب میں پانینی کے دور کو یاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔ (ترجمہ)

"تین سو سال قبل از مسیح میں صوبہ سرحد کے ضلع مردان کی تحصیل صوابی کے ایک گاؤں لاہور (جسے لہور بھی کہتے ہیں) کے ایک شخص پانینی نے اس زمانے کی رائج پراکرتوں میں سے ایک نہایت عالمانہ اور فاضلانہ قسم کی گرامر ترتیب دی۔ اس زمانے میں یہ علاقہ پکھت کے زیر اقتدار تھا کیونکہ پہاڑی علاقوں کے علاوہ میدانی علاقے بھی ان کے زیر اثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سنسکرت پر غالب اثر پشتو زبان کا ہے۔ اور پھر اس کے بعد سپت سندھو کی دوسری بڑی زبان پراکرت، پشاچہ، لہندا، لہندی یا ہندکو کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہندوؤں کی قدیم ترین اور مذہبی زبان سے پہلے کی پراکرتوں میں بھی سندکو یا ہندکو موجود تھی۔"

(پنجابی ادب دی کہانی تے ہندکو زبان)
مطبوعہ ماہنامہ ہندکو زبان پشور
شمارہ ۵/۶، مئی جون ۱۹۷۵ء

جناب نیّر صاحب کی اس تحریر کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ ہندکو زبان ہند آریائی زبانوں کے قدیم دور میں سنسکرت کے ڈیویلپ ہونے

سے پیشتر بھی موجود تھی۔ لیکن چونکہ سنسکرت زبان کو قدیم ہند آریائی دور کی نمائندہ زبان مانا جاتا ہے۔ اس لئے ہم ہندکو کے اثرات اس زبان (سنسکرت) پہ تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ سنسکرت ہی وہ زبان ہے جو قدیم ہند آریائی دور کے اواخر تک سرکاری حیثیت حاصل کر چکی تھی۔ راجاؤں، مہاراجاؤں کے پیغامات، احکامات اور امور راجدھانی کو چلانے کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ الغرض یہ کہ قدیم ہند آریائی دور میں سنسکرت اتنی ترقی کر چکی تھی کہ آج ہم بڑی آسانی سے اس زبان کو قدیم ہند آریائی دور کی نمائندہ زبان کی حیثیت سے پرکھ سکتے ہیں۔

قدیم ہند آریائی دور کی نمائندہ اور ترقی یافتہ زبان سنسکرت کے ساتھ ہندکو زبان کے چند الفاظ کا موازنہ پیش کیا جاتا ہے۔ سنسکرت کے اکثر الفاظ ہندکو زبان میں اپنا قدیم رنگ بدلتے بدلتے ہیں۔ جو اس زبان کا نہ صرف سنسکرت کے ساتھ تعلق کی شہادت پیش کرتے ہیں بلکہ قدیم آریائی دور میں ہندکو زبان کے موجود ہونے کی ٹھوس دلیل بھی بنتے نظر آتے ہیں۔

سنسکرت	ہندکو	سنسکرت	ہندکو
نِدرا	نیندر	چکرہ	چاک
کرم	کم	چکرہ	چک
اگنی	اگ	بھگت	پہنت

سنسکرت	ہِندکو
نست	ننتھ
نست	ننتھڑی
کلیہ	کل
دودھ	ددھ
گنرطت	گینڑنا
ترکون	تکون
سرد	سب
ماتر	ماں
بھراتر	بھرا - بہرا
دوہترُ	دھی - ہتھی
پاڈ	پیر
آٹ	آٹا
بھار	پھار
چورن	چورا
چورن	چورم
ہست	ہتھ
ہستی	ہاتھی
دُل	دل

سنسکرت	ہِندکو
اُچکا	اُچکا
اُچکا	اُچا
سدا	سَدّا
دُگدھم	دُدھ
ادیا	اج
چکرم	چکرم (چکرباز)
چُکرم	چُبک
مُشکا	شُکا
چرما	چرما
کرن	کن
سرپ	سَپ
سسرو	سَسُش

گنتی

سنسکرت	ہندکو
ایکم	ھِک، ھِکم
دوہ	دو، دُوہ
تری	ترے، تری

ہندکو	سنسکرت	ہندکو	سنسکرت
تری	ترلشت	چار	چتوار
چالی	چتوارسیت	پنج	پانڑچہ
پنجاہ	پنچاشت	چھیں	شیش
سٹھ	ششتی	ست	سپت
ستر	سپتتی	اٹھ	اشٹا
اسی	اششتی	نوں	ناوا
نوے	نوتی	داکھا۔دس	داشا
سو	ششتا	وی	دشیتی

ہندکو زبان اور سنسکرت کے الفاظ کے درمیان پائی جانے والی یہ مشابہت اس بات کی شاہد ہے کہ یہ زبان قدیم ہند آریائی دور میں اپنے دور کی دیگر زبانوں کے ساتھ زندہ تھی اور سنسکرت جیسی زبان کو (جسے البیرونی جیسے عالم نے مشکل ترین زبان کی سند دی ہے(۱)) اپنے رنگ سے متاثر کرنے کی طاقت رکھتی تھی۔ اس زبان کو قدیم ہند آریائی دور کے راجاؤں پنڈتوں اور اونچے طبقے کے لوگوں نے سنسکرت کے روپ میں استعمال کیا۔ سنسکرت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر نچلے طبقے کے کسی فرد کے کان میں اس زبان کی دھنک پڑ جاتی یا کوئی شودر اتفاق سے یہ زبان سنتے

---

(1) "Albairoonies India"

ہوئے پکڑا جاتا تو اُس کے کانوں میں ابلتا ہوا سیسہ پلا دیا جاتا۔ اس لئے نچلے طبقے کے لوگ اِس زبان کو سننے یا سیکھنے کی جرأت نہ کرتے۔ خوف و ہراس اور نفرتوں کے پہروں میں سنسکرت کیونکر رواج پاتی۔ یہ زبان راجوں مہاراجوں کے درباروں تک محدود رہی اور اس وقت تک تنگ زندگی گذارتی رہی۔ جبتک اس کے راجوں۔ مہاراجوں۔ پنڈتوں اور برہمنوں کا راج قائم رہا۔ اور بندگانِ خدا اُن کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے رہے۔

ہندکو زبان کا بدھشی دور

تاریخ عالم اس بات کی شاہد ہے کہ زمانہ دنیا میں پیدا ہونے والے ہر فرعون کے لئے موسیٰ۔ ہر نمرود کے لئے ابراہیم۔ ہر شیطان کے لئے آدم۔ ہر اندھیرے کے لئے روشنی اور باطل کے لئے حق پیدا کیا کرتا ہے۔ حق آتا ہے تو باطل بھاگ جاتا ہے۔ پانچ سو سال قبل مسیح میں کفرستان ہند کی تاریخ کے صفحات پر ایک راجے کا بیٹا ساکا منی گوتم بدھ کے نام سے رونما ہوتا ہے۔ اور اپنی حق گوئی کی روشنی میں یہاں کے باطل نظام کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب مہاتما گوتم بدھ نے تماشہ گاہ عالم میں غمی خوشی۔ اونچ۔ نیچ اور جل جلاد کا نظام دیکھا تو اس کا حساس دل دنیوی دلچسپیوں سے خالی ہو گیا۔ اور وہ اپنی راجدھانی اور دنیا وی زندگی سے متنفر ہو کر اپنے آبائی وطن مگدھ (بنارس) سے بہت دور کے جنگلوں میں نکل گیا۔

وہ انسانیت کی تفریق کے باطل نظام کے خلاف صدائے خاموش لئے منزل منزل گھومتا رہا۔ اور پھر آخر ایک جنگل میں آن کر ایک بوڑھے سے درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اور انسانی تقسیم کے باطل نظام کا حل



مہاتما گوتم بدھ کا مجسمہ
جن کے متعلق مشہور ہے کہ انہیں
پشاور میں گیان حاصل ہوا

سوچنے لگا۔ وہ مدتوں جس درخت کے نیچے بیٹھ کر ریاضت کرتا رہا تھا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ درخت پشاور سے کوہاٹ جانے والی موجودہ سڑک کے کنارے موجود تھا۔ جس کے نام پر آج بھی وہاں ایک گاؤں "بڈھ بیر" (یعنی بوڑھا درخت۔ یا۔ بڑھ کا درخت) آباد ہے۔ واللہُ عالمُ بالصواب

یہ بات کہاں تک ٹھیک ہے۔ اس کی صحت کے متعلق کچھ عرض کرنا موضوع زیر بحث سے ہمیں دور لے جاتا ہے۔ اس لئے ہم اس بحث کو آئندہ کے لئے چھوڑتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ کہ مہاتما گوتم بدھ کا فی ریاضتوں کے بعد قدیم ہند کے لوگوں کے لئے جو ضابطۂ حیات لیکر تاریخ ہند کے صفحات پر نمودار ہوا۔ وہ ذات پات کے باطل نظام کے سامنے صدائے حق سے کم نہ تھیں۔ اس کی تعلیمات پنڈتوں کے بنائے ہوئے انسانی تقسیم کے نظریات پر ایک ضرب کاری ثابت ہوئیں۔ اس نے پنڈتوں اور برہمنوں کے بنائے ہوئے قانونِ حیات کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ ہندوستان کی زمام رواں چندر گپت نامی شودر اور نچلی ذات کے فرد کے ہاتھ آگئی۔ اونچ نیچ کی تمیز مٹ گئی۔ اور یوں قدیم ہند کو جو سنسکرت کے سنگ محلاتی سازشوں کا شکار ہو کر اونچے طبقے کے لوگوں کے لئے مخصوص ہو کر رہ گئی تھی۔ راجاؤں۔ مہاراجاؤں۔ پنڈتوں اور برہمنوں جیسے خودساختہ ناخداؤں کے چنگل سے آزاد ہو کر عام

شہریوں کے جلو میں پروان چڑھنے لگی۔

چندر گپت کی راجدھانی سرزمین گندھارا اور ہند کی پہلی عوامی حکومت تھی جس کے روح رواں صرف اور صرف یہاں کے عوام تھے۔ یہ حکومت سکندر اعظم کے چھوڑے ہوئے جرنیلوں اور افسروں کی حکومت کے زوال کے بعد وجود میں آئی تھی۔ سلوکس ۳۰۵ قبل مسیح میں ایک لشکر جرار لیکر اس عوامی طاقت سے ٹکرانے آیا۔ لیکن اِسے نہ ہی صرف عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ بلکہ پانسو ہاتھیوں کے تحفے کے عوض اراکوسیا اور جدروسیا سے بھی دستبردار ہوگیا۔ چندر گپت بدھ مت کے بہت بڑے مبلغ اشوک کا دادا تھا۔

چندر گپت اور اس کے بعد کے ادوار حکومت میں عوامی بولیاں جن میں گوتم بدھ کی اپنی زبان "پالی" کے علاوہ قدیم ہندوستان کی دوسری بہت سی بھاشائیں شامل تھیں سنسکرت کا اثر قبول کرنے لگیں اور اسے متاثر کرنے لگیں۔

یہاں یہ بات بتا دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ ہمارے اکثر لکھنے والوں نے قدیم ہند کا ناطہ بالواسطہ یا بلا واسطہ گوتم بدھ کی زبان "پالی" کے ساتھ جوڑا ہے۔ اس سلسلے کی ایک آدھ مثال پیش کی جاتی ہے:۔

مثال نمبر ۱:

پشاور سے شائع ہونے والے ایک ہندکو ماہنامے "ماہنامہ ہندکو زبان پشور" کے   کے شمارے کے سرورق پر پشاور یونیورسٹی کے معروف اسلامیہ کالج پشاور کی تصویر چھاپی گئی ہے۔ جس کے نیچے درج ذیل عبارت رقم ہے۔

ترجمہ:۔ "اسلامیہ کالج پشاور جس مقام پر تعمیر ہے اُس زمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس زمین نے صدیوں سے اپنے سینے پر علم کی شمع فروزاں کی ہوئی ہے۔ اسلامیہ کالج سے پہلے اس مقام پر ٹیکسلا کی طرح "بدھ مت" کی ایک عظیم درس گاہ تھی۔ جو "پالی" "ہندکو" زبان میں علم و ہدایت کی کرنوں سے سارے برصغیر کو منور کرتی رہتی ہے۔"

مثال نمبر ۲:

مختیار علی نیّر صاحب "ہندکو نثر دی کہانڑیں" میں لکھتے ہیں:۔

ترجمہ "جس وقت اِس زبان نے "پالی" کی صورت اختیار کی تو پھر صدیوں تک بدھ مت کی تعلیم کا سب سے بڑا ذریعہ بنی رہی۔"



اسلامیہ کالج پشاور

ہندکو زبان قدیم زمانے میں پالی کے روپ میں پروان چڑھ رہی تھی پشاچی کے روپ میں یا دردی کی شکل میں اس سے اگر ہمیں کوئی سروکار رہے تو اتنا کہ یہ زبان پراکرتوں کے دور میں زندہ بھی تھی یا نہیں۔

ماہرین لسانیات پراکرتوں کی ترویج و ترقی کے زمانے کو ہند آریائی زبانوں کا وسطی دور بھی کہتے ہیں۔ پراکرت ہند آریائی زبانوں کے وسطی دور میں ترویج و ترقی کی منازل طے کرتی ہوئی سارے ہندوستان کے لوگوں کی زبان بن گئی تھی۔ چونکہ تین سو سال قبل مسیح تک سارا ہندوستان اشوک کے زیر نگین آکر بدھ مت کا پیروکار بن چکا تھا اور اشوک کے زمانے میں سرکاری احکامات کے کتبے پراکرت ہی میں لکھے جاتے تھے اس لئے کہا جا سکتا ہے۔ کہ اشوک کے دور اقتدار تک پراکرت اتنی ترقی کر چکی تھی کہ اسے ہندوستان کی سرکاری زبان ہونے کا فخر حاصل ہو گیا تھا۔

اشوک کی حکومت کے چار سو سال بعد مہاراجہ کنشک کی حکومت پراکرت زبان کی مزید ترویج و ترقی کا باعث بنی۔ مہاراجہ کنشک ایک وسیع و عریض سلطنت کا مالک تھا۔ اس نے اپنی توسیع پسندی کی موروثی حکمت عملی سے کام لے کر برصغیر کے تمام شمال مغربی حصے پر قبضہ جما لیا۔ کنشک کی بے مثال اور وسیع و عریض سلطنت کا ذکر کرتے ہوئے سوویت یونین کے تاریخ دان یوری گنگوفسکی اپنی کتاب "پاکستانی قومیں" میں

ہیں لکھتے ہیں۔

"پہلی صدی کے وسط میں ایک تو غاری شہزادے "کوجولا دفس" نے جس کا تعلق کشانوں سے تھا...... نے اپنا اقتدار ہندوکش کے جنوب میں وادی کابل اور بالائی سندھ پر بھی جمالیا۔ کوجولا کادفس کے جانشینوں میں سب سے نمایاں کنشک (تقریباً ۷۸ء سے ۱۲۰ء) گذرا ہے۔ وہ اپنے پیشرو کی توسیع پسند پالیسی پر عامل رہا۔ اور برصغیر کے تمام شمال مغربی حصے (کشمیر، پنجاب، سندھ) پر قبضہ کر لیا۔ گجرات، راجستھان اور گنگا جمنا کی ریاستوں کے والی سب کشان بادشاہوں کے باج گذار تھے۔ کشان بادشاہوں کا موجودہ افغانستان، کاشغر، ختن، یارقند اور وسطی ایشیا کے جنوبی علاقوں پر بھی قبضہ تھا۔ گندھارا جس کی سرزمین وادئ کابل اور مرکزی سندھ کے درمیان واقع تھی۔ اس وسیع سلطنت کا مرکز تھا۔ شہر پرشاپور (موجودہ پشاور) کنشک کی راجدھانی تھی۔"

کنشک نے گندھارا کے صدر مقام پشاور کو اپنی زبردست سلطنت کا مرکز بنایا تھا۔ جس کی یاد ۱۹۰۹ء میں ہزارخوانی کے قریب "شاہ جی دیاں ہٹیریاں" نامی مقام سے دستیاب ہونے والا کنشک کا یادگار صندوقچہ اور دیگر نوادرات ہیں جو آج بھی پشاور

کے عجائب گھر کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

کنشک کا عہد حکومت گندھارا تہذیب و تمدن کے بہترین عہد کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ اس عہد میں گندھارا فنون کے ساتھ ساتھ یہاں کی پراکرت بامِ عروج پر جلوہ فگن تھی۔ کنشک کے دورِ حکومت کی ترقی یافتہ پراکرت کو آج جب ہم ہندکو کے روپ میں دیکھتے ہیں تو ہمیں اس کے ماضی پر فخر ہونے لگتا ہے۔ ہندکو زبان کا صدیوں پرانا ماضی پراکرت کے الفاظ سے جھانکتا نظر آتا ہے۔

ذیل میں دیا گیا ہندکو پراکرت الفاظ کا موازنہ ہندکو کے صدیوں پرانے ماضی کو کریدتا نظر آتا ہے۔

پراکرت	ہندکو	پراکرت	ہندکو
کم	کم	پرکھا	پَرکھا
بھَت	بُہت	سڈھ	ساڈے
ندّا	نیندر	پلنگ	پلنگ
اگی	اگ	سیج	سیج
چک	چک	سب	سب
چک	چاک	نتھ	نتھ
انگٹھ	انگوٹھا	آکھ	اکھی
سِکھ	سکھا	گھوڈو	کھوڑا

ہندکو	پراکرت	ہندکو	پراکرت
چمّ	چھمّ	اُچّا	اُچّو
چمڑا	پچّھم	سچّا	سچ
سپ	سَپّ	صدا	صدہ
سس	سسّس	اگے	اگّالی
کٹ	کٹّی	اج	اج
چک	چکو	چکمہ	چکمو
ہتھ	ہتّھ	تک	تکّی
پٹّھ	رپٹّھ	سُکّا	سُکّ

ہندکو کے بدھشی دور کا زوال

مہاتما گوتم بدھ کے بعد قدیم ہندوستان میں مہابر جین نامی ایک مصلح پیدا ہوتا ہے۔ جس کی تعلیمات ہندکوستان کے باشندوں کو ایک بار پھر ذات پات اور اونچ نیچ کی بیماری میں مبتلا کر دیتی ہیں برہمنی تصورات جین مت کی آغوش میں ایک بار پھر پروان چڑھنے لگتے ہیں۔ جو عروج پر پہنچنے کے بعد امن پسند بودھوں پر عتاب بن کر نازل ہوتے ہیں اور یہاں کی زبانیں ایک بار پھر برہمنوں کے اختیار میں چلی جاتی ہیں۔ سر اولف کیرو اپنی کتاب پٹھان "THE PATHAN" میں بدھ مت کا عالیشان دورِ حکومت اور اس کا جین مت کے برہمنوں کے ہاتھوں زوال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ترجمہ (از سید محبوب علی)

"بادشاہ کنشک نے اپنی حکمرانی کے آخری زمانہ میں جبکہ وہ بدھ مت کا کٹر پیرو ہو گیا تھا۔ ایک بہت بڑا یادگاری مینار بنوایا تھا۔ جو غالباً پشاور میں گنج گیٹ کے باہر شاہ جی کی ڈھیری واقع تھا۔ مینار کے اوپر منقش لکڑی کا کام تھا۔

اور اس کے چاروں طرف لوہے کا جنگلا لگا ہوا تھا تیرہ منزلوں کے اس مینار کی بلندی ۴۰۰ فٹ تھی۔ ونسنٹ سمتھ (VINCENT SMITH) کا بیان ہے کہ چھٹی صدی کے شروع میں چینی سیاح سونگ یون یہ مینار دیکھنے آیا تھا۔ اس وقت تک اس مینار میں تین مرتبہ آگ لگ چکی تھی۔ اور تینوں مرتبہ مذہب پرست بادشاہ اسے دوبارہ بنوا چکے تھے۔ نویں صدی میں جب مشہور بدھ عالم ویرا ڈیوا (VIRA DEVA) یہاں آیا۔ اس وقت تک بودھوں کی ایک بہت شاندار خانقاہ وہاں آباد تھی۔ اور اس میں بودھ مت کی تعلیم دی جاتی تھی[۱] لیکن برہمنی عروج جو کشان عہد کے آخری دور میں شروع ہوا بودھوں کی خدا ترسی پہ عتاب کا باعث بنا۔"

پانچویں صدی عیسوی میں پاکستان کے شمال مغربی صوبہ سرحد کے علاقے سے بودھ مت کا خاتمہ ہوتا ہے اور برہمن راج اپنی طاغوتی دسوں کے ساتھ ایک بار

---

[۱] عین ممکن ہے یہ وہی درسگاہ ہو جس کے متعلق گذشتہ صفحات میں "ماہنامہ ہندکو زبان پشمد" کے سرورق پہ دی گئی اسلامیہ کالج پشاور کی تصویر کے نیچے لکھی گئی عبارت میں ذکر کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے صہ ۸۲۔

پھر مبتلگانِ خدا کو کشتۂ جور و جفا بنانے لگتا ہے۔ یہ دور "گندھارا" کو یونانی فنون اور تہذیب و تمدن کی دولت سے آباد کرنے والے بودھوں کے امتحان کا دور ہے۔ وہ برہمن راج کے ظلم و تشدد کے ہاتھوں سرزمین گندھارا کو خیرباد کر کے جنوب مغرب کی طرف بھاگ جاتے ہیں اور موجودہ افغانستان کے جنوب میں گندھارا سے ملتے جلتے نام کا ایک دوسرا شہر "قندھار" کے نام سے آباد کرنے لگتے ہیں۔ جو آج بھی اس ہی نام سے مشہور ہے۔

افغانستان کے شہر "قندھار" کو قدیم پشاور کے باشندوں نے آباد کیا تھا جس کے ثبوت میں علماء قندھار میں ملنے والے اُن نوادرات کا ذکر کرتے ہیں جن کا تعلق بودھوں کے دورِ اقتدار میں پشاور سے تھا۔ مختیار علی نیر صاحب اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں۔ (ترجمہ)

"روایت ہے کہ پشاور میں پنج تیرتھ کا مقام (واقع جی ٹی روڈ پشاور) کورو اور پانڈو کی آپس میں لڑائی کے زمانے کی یادگار ہے ایک دوسری روایت ہے کہ بعد میں اس مقام پر صدیوں تک مہاتما بدھ کے کچکول کی نمائش ہوتی رہی ہے جس کی تصدیق چینی سیاح فاہیان بھی کرتا ہے۔ ہندوشاہیہ دور میں جب بدھ مت کے سب مقامات تباہ کر دیئے گئے تھے تو یہ عمارت (پنج تیرتھ) بھی نہ بچ سکی۔ اور بدھ بھکشو مہاتما گوتم بدھ کے کچکول کو یہاں سے کسی نہ کسی طریقے سے نکال کر لے گئے اور افغانستان میں قندھار کے قریب ایک پہاڑ کے دامن میں دفن کر دیا۔ اب وہ کچکول

کہاں ہے؟ اس کے متعلق تاریخ کچھ نہیں بتاتی۔"

(پنجابی ادب دی کہانی تے ہندکو زبان)

اولف کیرو۔ بیلیو کے حوالے سے مہاتما گوتم بدھ کے کچکول کا ذکر اپنی کتاب پٹھان میں کرتے ہیں جس سے نیّر صاحب کے اس جملے کی تردید ہو جاتی ہے کہ "اب وہ کچکول کہاں ہے اس کے متعلق تاریخ کچھ نہیں بتاتی۔"

ترجمہ (از سید محبوب علی)

"بیلیو نے اس پیالہ کے متعلق جو اس نے ۱۸۷۲ء میں خود دیکھا تھا اور بھی تفصیل لکھی ہے۔ اب یہ پیالہ کابل کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ یہ پیالہ سیاہ رنگ کی ایک لکڑی کا بنا ہوا ہے اور اس کا قطر قریباً سات فٹ ہے۔ بیلیو نے یہ پیالہ موجودہ شہر قندھار سے باہر سلطان ویس کی خانقاہ میں رکھا ہوا دیکھا تھا جو پرانے شہر سے چند سو قدم کے فاصلہ پر ہے۔ بعد میں نادر شاہ نے اسے تباہ کر دیا اس زمانے میں یہ مشہور تھا کہ یہ پیالہ وہ بدھ بھکشو لائے تھے۔ جو عہد اسلام سے پہلے پشاور کے قریب نقل وطن کر کے آئے تھے اب اس پیالہ پر باہر کی طرف اس خطِ نسخ میں جو قریباً ۱۶۰۰ میں رائج تھا ایک طویل عبارت کندہ کر دی گئی ہے۔"

جناب نیّر صاحب اپنے مضمون میں مہاتما بدھ کے جس کچکول کی گمشدگی پر حیرت فرما نظر آتے ہیں اس کے متعلق انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں بڑے واضح الفاظ میں لکھا ہوا ہے کہ چینی سیاح سنگ یون جو ۵۲۰ عیسوی میں قندھار

آیا تھا۔ اُس نے مہاتما گوتم بدھ کا یہ کچکول قندھار شہر سے باہر سلطان ویس کی خانقاہ میں پڑا ہوا دیکھا تھا۔ سنگ یون نے بھی اس شبے کا اظہار کیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ کچکول ترک وطن کرنے والے بدھ بھکشو اپنے ساتھ لائے ہوں۔

سرزمین گندھارا سے بدھ مت کے ماننے والوں یا قدیم ہند کو (پراکرت) کو ترویج و ترقی دینے والوں کا موجودہ افغانستان کی طرف فرار۔ افغانستان کے شہر "قندھار" یا گوتم بدھ کا کچکول ہی نہیں۔ موجودہ افغانستان کے اکثر علاقوں میں ایسے آثار ملتے ہیں جن سے قدیم زمانے میں بدھ بھکشوؤں کا افغان علاقوں کی طرف کوچ کر جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً بامیان کے مقام پر گوتم بدھ اور اس کی رانی کے دیو قامت بُت جن کی قدامت کو دیکھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جلال آباد کے قریب بودھوں کے وہ اسٹوپا آج بھی موجود ہیں جن میں بودھوں کی راکھ دفن ہے۔

ھنکو

پاکستان کے شمال مغربی صوبہ سرحد کے دار الخلافہ اور اس کے گرد و نواح وحشی اور جابر ھنّوں نے جان بچا کر بھاگ جانے والے بدھ کابل کے جنوب میں آباد ہوتے ہیں اور گندھارا کی مناسبت سے نو آبادی کا نام قندھار رکھتے ہیں۔ لیکن وہاں اُن کی زبان ہندکو نہیں رہتی۔ صدیوں کی بود و باش انہیں ہندکو نامی ہند آریائی زبان سے بیگانہ کر دیتی ہے اور وہ ماحول کی زبان اپنا لیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح آریا جس مقام پر وارد ہوتے تھے کچھ عرصے بعد اُن کی زبان پر مقامی زبان کی قلعی چڑھ جاتی تھی۔

یہ لسانیات کا اصول ہے زبان پر ماحول کا اثر ہو کر رہتا ہے۔ قریہ قریہ کی زبانیں ماحول کے زیر اثر اپنے لب و لہجہ اور الفاظ کی بناوٹ اور اُن کے معانی کے لحاظ سے مختلف نظر آتی ہے۔ مثلاً ہندکو میں "دسترخوان" کو بعض جگہ پر دسترخانہ کہتے ہیں اور بعض مقامات پر "تندوری"۔ لفظ "شودا" بعض علاقوں میں "بےچارے" کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بعض مقامات پر اوچھے قسم کے "آدمی" کے معنی دیتا ہے اور بعض علاقوں میں یہی لفظ سخت سی گالی کا روپ دھار لیتا ہے۔

زبانوں پر ماحول کا یہ اثر فطری عمل ہے۔ اگر ماحول کا اثر بہت زیادہ ہو تو

وہ زبانوں ہی کو بدل کر رکھ دیتا ہے - لوگ ایک زبان بھول کر دوسری زبان بولنے لگتے ہیں۔ لیکن اس عمل کو نتیجہ تک پہنچنے کے لئے باثر ماحول کے علاوہ صدیوں پر مشتمل عرصے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ آج ایسی بہت سی قوموں کے نام لئے جا سکتے ہیں۔ جو اپنی اصل زبان کو بھول چکی ہیں اور مقامی زبان بول رہی ہیں قریشی۔ سید۔ بخاری۔ صدیقی۔ اعوان۔ غزنوی۔ آخون۔ جدون وغیرہ کی اصل (ORIGINAL) زبانوں کے بارے میں معلوم کریں تو ہمیں ان میں سے کسی کی زبان فارسی نظر آئے گی کسی کی عربی اور کسی کی ترکی وغیرہ۔ مگر پاکستان کے مختلف علاقوں میں بسنے والے یہ لوگ اپنی آبائی زبانوں کو یا تو بالکل بھول چکے ہیں۔ یا آہستہ آہستہ بھولتے جا رہے ہیں۔ یہ سب اس زبردست ماحول اور صدیوں پر مشتمل عرصے کا نتیجہ ہے جس نے ان اقوام کو اپنی اصل زبانوں سے محروم کر دیا ہے۔

سرحد میں بدھمت دور کے خاتمہ کے بعد یہاں سے نقل مکانی کر جانے والے بودھوں کے ساتھ بھی کچھ ہوا۔ وہ یہاں سے جس مقدار میں نکلے وہ تاریخ کے صفحات پر نظر انداز ہو جانے کے قابل ہے۔ انہوں نے یہاں سے نکل کر "قندھار" کو آباد تو کر لیا تھا۔ لیکن ایک عرصہ تک وہ دنیا کی نظروں سے اوجھل رہا۔ قندھار کے متعلق کسی قدیم تحریر میں تذکرہ اس وجہ سے نہیں ملتا۔ کہ یہ ایک چھوٹی سی نوآبادی تھی۔ جو بعد میں ایک شہر کی صورت اختیار کر گئی۔

گندھارا سے نقل مکانی کرنے والے بندر کون جب قندھار میں بود و باش اختیار کر لیتے ہیں تو وہ آہستہ آہستہ اپنی اصل زبان بھولنا شروع ہو جاتے ہیں اور مقامی باثر ماحول کی زبان بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ ادھر سرحد اور پنجاب میں ہُن قبائل کا

دور اقتدار ہے جنہوں نے اس سرزمین پر رہنا ہے کاروبارِ حیات چلانے کے لئے مقامی لوگوں سے گفت و شنید کرنی ہے اس لئے یہ مقامی زبان "ھندکو" کا استعمال کرنے لگتے ہیں چنانچہ ہندکو زبان کو ایک نیا رنگ نصیب ہونے لگتا ہے اور یوں ہندکی یہ زبان ھن قبائل کے نام کی مناسبت سے ایک نئے نام ھُنکو HUNKO کی مالک بن جاتی ہے جس کے معنی ہیں "ھُن" قبائل کی بولی - یا - زبان - چنانچہ جب آج کا مورخ محقق یا ادیب ھندکو پر قلم اٹھانے لگتا ہے تو وہ ہندکو کے اس نام سے متاثر ہوئے بناء نہیں رہتا ۔

حال ہی میں روزنامہ مشرق پشاور کی ۶ جون ۱۹۷۶ء کی اشاعت میں اس مقالے کا خلاصہ شائع ہوا ہے جو ۵ مئی ۱۹۷۶ء کے سنٹرل بیورو آف ایجوکیشن اسلام آباد کے سیمینار میں پڑھا گیا تھا - اس مقالے کے لکھنے والے جناب نقیب اللہ روحی صاحب مردان کے رہنے والے ہیں ۔ جنہوں نے اپنے مقالے میں انگریزی پشتو اور ہنکو (ھندکو) زبانوں میں پائی جانے والی گہری مماثلت پر تحیر کا اظہار کیا ہے ۔ مقالے کا عنوان ہی " انگریزی ۔ پشتو اور ہنکو زبان میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے " ہے ۔ موصوف مقالے کی تمہید ایک دلچسپ واقعے سے شروع کرتے ہیں ۔

"ایک رات بستر میں لیٹا ہوا ریڈیو سن رہا تھا ۔ باہر بارش کی بوندا باندی ہو رہی تھی - اچانک پشاور کے اناؤنسر نے کہا " گرانو ھو ریدنکو اُنوم درشی ورجبے باران دے ۔ واخلی دباران ٹپہ وادرتہ " Grean hearers! now is the first rain of the winter! hear the topic of rain" - چنانچہ حسب ذیل نغمہ سننے میں آیا ۔ "راشہ یارا راشہ باران دے" جس کا انگریزی ترجمہ "Reach o-yare reach it is raining"

اندر ھنکو بدل یہ ہو سکتا ہے۔ "اڑے آیا ڈاڈے آبرسات اے"

ہندکو یا ھنکو زبان کے الفاظ پشتو یا انگریزی زبان سے اس لئے ملتے جلتے ہیں کہ یہ زبانیں آپس میں رشتے کی بہنیں ہیں۔ ھنکو کا انگریزی کی نسبت پشتو سے بہت قریب کا رشتہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ مماثلت انگریزی کے الفاظ میں بھی دیکھی گئی ہے وجہ صاف ظاہر ہے۔ ہندکو۔ پشتو۔ انگریزی اور دوسری زبانیں ایک ہی ماں کی بچیاں ہیں یہ آریائی زبانیں آج بظاہر علیحدہ علیحدہ سہی لیکن ان کا ماخذ قدیم آریائی زبان ہے اس لئے ان میں مشابہت یا مماثلت کا پایا جانا ایک قدرتی عمل ہے۔

ھندکو، آریائی زبانوں کی ھند آریائی شاخ کی زبان ہے۔ جبکہ اس کا نام ھُنکو اُس دَور کی یاد دلاتا ہے۔ جب قدیم ہندوستان میں ھُنوں کا دَورِ اقتدار تھا۔ تاریخی شواہد کی روشنی میں ھُن ترک النسل تھے۔ اور قدیم ہندوستان میں ان کا صدر مقام سکالا (موجودہ سیالکوٹ) تھا۔ چینی سیاح یون سونگ نے ۶۲۹ء میں یہاں کی سیاحت کے دوران دیکھا کہ ہنوں نے یہاں پر پروان چڑھنے والے بُدھ دھرم کی سولہ سو عبادت گاہوں کو نذرِ آتش کر کے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ہے۔ ھنوں نے اس سرزمین پر تقریباً ایک صدی تک (۴۵۵ء تا ۵۵۱ء تک) حکومت کی۔ تاریخ اس قوم کو نہایت جابر بتاتی ہے۔ انہوں نے یہاں کی ہر چیز پر اپنے دَورِ اقتدار کی چھاپ چھوڑی ہے۔ پشکلاوتی (چارسدہ) تکھشاشا (ٹیکسلا) پشکپورہ (پشاور) وغیرہ جیسے کتنے خوبصورت شہر تھے۔ جو ھُن عہد میں برباد ہوئے۔ انہوں نے یہاں کی ھر چیز کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی۔ حتیٰ کہ یہاں کی نہایت قدیم زبان کو بھی "ھنکو" بنا کر چھوڑ گئے۔

ہندکو زبان کا ہندو شاہی دور

ھن قبائل کے پُرآشوب اور انقلاب آفرین دور کے بعد ہندکو زبان کی تاریخ پہ ایک اور موثر دور کی چھاپ ملتی ہے جسے تاریخ کے صفحات پر ہندو شاہی دور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے موجودہ صوبہ سرحد میں ہندو شاہی دور کا باقاعدہ آغاز ۸۷۰ء میں ہوتا ہے لیکن اس دور کے آغاز کے اسباب برصغیر پاک و ہند کی سرزمین پر تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے ہی وجود میں آنے لگتے ہیں۔

۷۱۲ء میں دینِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سترہ سالہ سپاہی محمد ابن قاسم نورِ رسالت اور جذبۂ شہادت لے کر سندھ کی وادی میں داخل ہوتا ہے اور یہاں کے ظالم اور جابر برہمن راجہ داہر کو اس کے ظلم و ستم کی سزا دیتا ہوا اور اس کے غرور کو خاک میں ملاتا ہوا ملتان تک پہنچ جاتا ہے۔ محمد ابن قاسم کی مدبرانہ سیاست۔ بہترین حکمت عملی اور خاص کر دینِ محمدی کی وہ تعلیمات جو ذات پات کے باطل نظام کی ضد ہیں۔ جن کی رو سے کوئی گورے کالے پر فضیلت نہیں رکھتا۔ جو دنیائے اسلام کے لئے رحمت کا پیام ہیں، محمد ابن قاسم کی فتوحات کا باعث ہنیں۔ صنم کدۂ برصغیر کے لوگ، جو ذات پات کے باطل کی چکی میں

صدیوں سے پس رہے تھے۔ انہوں نے محمد ابن قاسم اور اس کی حکمت عملی کو رحمتِ باری تعالےٰ سے کم نہ سمجھا۔ انہوں نے محمد ابن قاسم کو خدا کا اوتار جانا اور وہ اس کی مورتی بنا کر پوجنے لگے۔

شانِ کرم پہ ہے مدار عشق گرہ کشائے کا
دیر و حرم کی قید کیا! جس کو وہ بے نیاز دے

برصغیر پاک و ہند کے پہلے مسلمان فاتح محمد ابن قاسم کی آمد کے بعد اس سرزمین پر اسلام کا بول بالا ہونے لگا۔ نورِ اسلام کا اجیارا ہر سُو پھیلنے لگا اور تاریکیاں راہ ڈھونڈتی نظر آنے لگیں۔ کل تک جہاں نفرتوں کی آگ سلگ رہی تھی۔ وہاں آج محبتوں کے چراغ روشن ہو گئے۔ برہمن نگر کے راجے مہاراجے اپنی من مانی کی جرات نہیں کر سکتے۔ لیکن وہ تو نفرتوں کے پجاری تھے۔ محبتوں کے دیش میں اُن کی دال کیونکر گلتی۔ چنانچہ وادیٔ سندھ کے پنڈت، راجے، برہمن اور اونچی ذات کے دیگر لوگ، دیس بدھارنے لگے۔ انہوں نے پاکستان کے موجودہ شمال مغربی صوبہ سرحد کا رُخ کیا۔ جو اس وقت تک برہمن راج کی لپیٹ میں تھا۔ اور جہاں پر کابل شاہی خاندان کی حکمرانی کا سکہ چل رہا تھا۔ یہاں یہ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کابل شاہی خاندان کے حکمران وہی بادشاہ ہیں جن کے پیش رو آگے چل کر ہندو شاہ کے نام سے مشہور ہوئے اور ہندو شاہی دور کا باعث بنے۔

قدیم ہندوستان پر ہندو شاہی خاندان کے دور کا باقاعدہ آغاز کے اسباب یعقوب لیس نامی ایرانی مسلمان مردِ مجاہد کی فتوحات بتائی جاتی

ہیں۔ یعقوب ابن لیس صفاری خاندان کا بانی تھا۔ ایرانی حکمرانوں کا یہ مسلمان خاندان افغانستان کے علاقے پر ۸۶۱ عیسوی سے ۹۰۰ عیسوی تک حکومت کرتا رہا۔ اس خاندان کے بانی یعقوب لیس نے کابل کو" کابل شاہی" نظام اور کابل شاہی خاندان سے پاک کیا۔ اور غزنی نامی ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی وہی غزنی جس کا محمود ہندوستاہی دور پر بجلی بن کر کوندا۔ اور اس دور کے خاتمے کا باعث بنا۔

یعقوب لیس کے ہاتھوں شکست کھا کر پسپا ہونے والے کابل شاہیوں نے اپنے پرانے دارالحکومت کابل کو خیر باد کہنے کے بعد وادیٔ پشاور کا رخ کیا۔ اور یہاں آ کر انہوں نے ایک ایسی حکومت کی داغ بیل ڈالنی شروع کی جس کا مصالحہ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے ڈیڑھ صدی پہلے محمد ابن قاسم کی سندھ کی وادی میں ورود کے بعد پنڈتوں، راجوں، مہاراجوں جیسا اونچی ذات کے برہمنوں کے وادیٔ پشاور کی طرف بھاگ آنے سے تیار ہونا شروع ہو گیا تھا۔ کابل شاہی حکمرانوں نے وادیٔ پشاور میں جس حکومت کی داغ بیل ڈالی وہ تاریخ کے صفحات پر ہندوشاہی حکومت کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔

ہندوشاہیوں کا دارالخلافہ دریائے سندھ کے کنارے" وائے ھند" کے مقام پر تھا۔ "وامے ھند" یا "وے ہند" کا یہ مقام ہندوشاہی حکومت کی وجہ تسمیہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ ہندوشاہیوں کے دارالخلافہ وائے ھند کے متعلق سرالف کیرد کا خیال ہے کہ یہ وہ "وائے ھند" ہے جو آجکل

پاکستان کے صوبہ سرحد کے ضلع مردان کی تحصیل صوابی میں "لاہور" نامی گاؤں کی صورت میں آباد ہے۔

"۸۷۰ عیسوی میں یعقوب کے ہاتھوں کابل کی تسخیر ہی یقیناً وہ واقعہ تھا۔ جس کی بنا پر شاہیا بادشاہوں نے کابل سے اپنا دارالحکومت وائے ھند یا جیسا کہ میرا خیال ہے دریائے سندھ کے کنارے لاہور کے مقام پر منتقل کر لیا"۔

(پٹھان صفحہ ۱۵۹)

ہندوشاہی دور کے ہمعصر مسلمان عربی مورخ البیرونی کی تحریریں اس بات کی شہادت پیش کرتی ہیں کہ ہندوشاہی دور اپنے طور کا نہایت ہی ذیشان دور تھا۔

اس دور میں برہمن راج کو پھلنے پھولنے کا خوب موقع ملا۔ وہی ذات پات اور اونچ نیچ کی تقسیم۔ وہی برہمن۔ وہی کھتری۔ وہی شودر اور ان کی وہی بھانت بھانت کی بولیاں۔ ہندوشاہی دورِ حکومت میں دیگر بھاشاؤں کے سنگ ھند کو زبان بڑی شان سے پھلتی پھولتی نظر آتی ہے۔ اس صنم کدے کو ہندوشاہی اور ہندوازم کے ناطے باہر کی دنیا کے لوگ "الہند یا" "وی ہند" کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس لئے یہاں بولی جانے والی ترقی یافتہ زبان "قدیم ھندکو" کو وے ھند یا "ھند" کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس لئے یہاں بولی جانے والی ترقی یافتہ

لہ نقوش سلیمانی صفحہ ۱۱

زبان قدیم ھندکو کو "ہند یا الہند کی مناسبت سے "ھندی" قسم کے ناموں سے نوازا جاتا ہے۔

ھندکو کے "ھندوی" اور "ھندی" قسم کے نام ہندو شاہی دور کی پیداوار ہیں۔ ھندکو کو یہ نام البیرونی جیسے مسلمان مؤرخین نے دیئے۔ ھندکو زبان کا ایک اور نام "لہندا" یا "لہندی" بھی ہندو شاہی دور ہی کی نشانی ہے۔ لہندا کی وجہ تسمیہ کے متعلق ایک علیحدہ باب میں بحث کی جا چکی ہے۔ یہاں میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ عرب مؤرخین نے جب ھندکو زبان کو ہندو شاہیہ دور میں "الہندی" یا "الہندا" قسم کے ناموں سے پکارا تو اس کے یہ عربی نام رفتار زمانہ کے ساتھ لسانیات کے عام اصول کے تحت اپنی قدیم ہیئت بدل کر ہندکو کے موجودہ یا رائج الوقت نام "لہندا" یا "لہندی" کی صورت اختیار کر گئے جس کے معنی غلط العام ہو کر مغرب یا مغرب میں بولی جانے والی زبان کے ہو کر رہ گئے۔

اگر دعوٰے کیا جائے کہ موجودہ دور کی "ھندی" اور ہندو شاہی کی "ھندکو" ایک ہی زبان کے دو نام اور شکلیں ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ ہندو شاہی خاندان کے دور حکومت میں ھندی اور ھندکو ایک ہی زبان تھی۔ لیکن آج ان دونوں زبانوں میں نام، مقام اور ہیئت کا ایک حیرت انگیز فرق ہے۔ یہ فرق کیوں کر پیدا ہوا۔ اس سوال کا جواب دلچسپ بھی ہے اور غور طلب بھی۔

ہندکی زبان کو پھلنے پھولنے کے مواقع میسر آتے رہے۔ وہ اپنی قدیم صورت میں باقی رہی۔ اور اس طرح اپنے بولنے والوں کے جلو میں ایک تواتر کے ساتھ ترویج و ترقی کی ڈگر پہ چلتی رہی۔ لیکن بے چاری "ہندکو" کو انقلابات زمانہ نے کہیں کا نہ چھوڑا۔ یہ وقت کے سانچوں میں ڈھلتی رہی۔ اس کی ہئیت تبدیل ہوتی رہی۔ اور یوں یہ نہ اِدھر کی رہی نہ اُدھر کی۔

"موجودہ ہندی" (جو بھارت کی اکثریتی زبان کی حیثیت سے پروان چڑھ رہی ہے) قدیم ہندکو کی تقریباً وہ صورت ہے جو صوبہ سرحد سے نقل مکانی کرنے والے اپنے ساتھ لے کر جنوب مشرق کی طرف بڑھ گئے۔ اور اس کی ترویج و ترقی کے لئے روزافزوں کام کرتے رہے۔ اور موجودہ ہندکو (جسے آج ہم بول رہے ہیں) وہ زبان ہے جو بہر قیمت اپنی جنم بھومی ہی کی باسی رہی۔ اور اسی باسی پن کی وجہ سے ارتقاء کی منازل طے نہ کر سکی۔ بلکہ سالوں تک تنزل کی گہرائیوں کا سفر کرتی رہی۔

قدیم ہندکو اپنی جنم بھومی میں رہ جانے کے سبب کیونکر تنزل کا شکار ہوئی؟ اس سوال کا جواب ہندکو، ہندی، لہندا، لہندی یا ہندکو کی وادی۔ وادیٔ ہندوکش کی صدہا سالہ پرانی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے بڑی آسانی سے مل جاتا ہے۔ ہندکو کی جنم بھومی سالہا سال سے برصغیر میں داخل ہونے والی ہر فاتح قوم کے لاؤ لشکر کو خوش آمدید کہتی رہی ہے ؎

فلک نے اس زمیں پر بارہا محمود کو دیکھا
بہادر غوریوں کے طالع مسعود کو دیکھا

اسے تیمور نے روندا اسے بابر نے ٹھکرایا
مگر اس خاک کی عالی وقاری میں نہ فرق آیا
یہاں سے بارہا گذرے اٹھا لے بارگاہوں کے
قدم چومے ہیں اس مٹی نے اکثر بادشاہوں کے

(ابوالاثر حفیظ جالندھری)

تاریخی درۂ خیبر کو عبور کرنے والی ہر تہذیب یہاں کی زبان کو فطرتی طور پر متاثر کرتی رہی ہے۔ یا اس کا اثر قبول کرتی رہی ہے۔ ھندکو زبان جو یہاں کی مقامی زبان تھی اس کے ساتھ صدیوں سے یہی کچھ ہوتا رہا ہے۔ اگر ہم آج کی ہندکو کے الفاظ پر غور کریں تو ہمیں اس کی لغت میں ترکی زبان کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ یونانی بھی۔ ایرانی بھی۔ عربی بھی اور افغانی بھی۔ یہاں سے گذرنے والوں کی ہر زبان قدیم ہندکو فطری طور پر متاثر کرتی رہی۔ لیکن قدیم ہندکو جو اپنے طور کی ایک مکمل زبان تھی اس کا ایک خاص لب ولہجہ تھا۔ ایک خاص طرز تحریر تھی اور اس کے خاص اصول و قواعد تھے۔ اس لئے یہ زبان ایک مدت تک اپنی اصلی حالت برقرار رکھنے کے باوجود بھی نوآمدہ زبانوں کے الفاظ کو اپنے دامن میں جگہ دیتی رہی۔ مثلاً

درخم	(یونانی زبان کا لفظ)
دام	(قدیم ہندکو)
دمڑی	(موجودہ ہندکو)

ماہرین لسانیات اس بات پر متفق ہیں کہ زبانیں کبھی بھی فنا نہیں ہوتیں۔ وہ

ماحول کے زیر اثر ارتقاء پذیر رہتی ہیں۔ تنزل کی حالت اُس وقت پیش آتی ہے۔ جب نوآمدہ زبان کو بولنے والے غالب آجائیں اور ان کا غلبہ اس قدر موثر ہو کر پرانی زبان بولنے والے یا نقل مکانی کر جائیں۔ یا پھر نئی زبان والوں کے ساتھ سمجھوتہ کر لیں۔ موجودہ ہندکو کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔ البتہ اس کے بولنے والوں نے نقل مکانی نہیں کی۔ بلکہ فاتح قوموں کی زبانوں کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔ اور ان میں سے جو لوگ نقل مکانی کر کے ھندکو کی جنم بھومی سے چلے گئے وہ ہندوشاہیہ دور تک بولی جانے والی ہندکو یا لہندی کو اپنے ساتھ لے کر چلے گئے۔ اور اس کی ترویج و ترقی کے لئے اس کے لگے بندھے اصولوں کے مطابق کام کرتے رہے جب کہ موجودہ ہندکو جس نے حالات کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا تھا۔ ماحول کے زیر اثر وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ اپنی اصلی حالت سے آہستہ آہستہ ہاتھ دھوتی رہی۔ جس پر مفصل بحث انشاء اللہ ہم آئندہ صفحات میں کریں گے۔ یہاں ہمیں صرف اتنا جاننا ہے کہ ہندوشاہیہ دور کی ہندکو ہندی کے بے حد قریب تھی۔ بلکہ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ ھندکو اور ھندی تقریباً ایک ہی زبان تھی۔

ہم اپنے اس مبنی بر حقیقت دعوے کے ثبوت میں ہندکو لغت کے نصف سے زیادہ الفاظ پیش کر سکتے ہیں جو خالصتاً ہندی زبان سے ماخوذ ہیں۔ دُور نہ جایئے۔ ھندکو زبان کی الفِ ممدودہ کی لُغت ہی کو نمونہ بنا لیجئے اس میں آپ کو ہندی زبان کے الفاظ ملیں گے۔ جو ہندکو زبان کی الفِ ممدودہ کی لغت میں شامل دیگر زبانوں کے الفاظ کی مجموعی تعداد سے ۵۳٫۷۵ فی صد

زیادہ ہیں۔ جو ہمارے اس دعوے کی ٹھوس دلیل کے لئے نہایت ہی مناسب ہیں۔ اس مثال سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اگر ہندو شاھیہ دور کی ھندکو یا "الہندی" ماحول سے سمجھوتہ نہ کرتی اور اس کی کشادہ دامانی ہر ملنے والی زبان کے الفاظ کو نہ سمیٹتی تو شاید یہ زبان ہندی ہی رہتی۔ مگر وقت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ہندو شاھیہ دور کی لہندی کی کوکھ سے پنجابی اور اردو جیسی مایہ ناز زبانوں نے جنم لینا تھا۔ اور وہ ہو کر رہا۔ "لہندی" ماحول وقت کی بھینٹ چڑھ کر مغرب یا مغربی زبان کہلائی جانے لگی۔ لیکن اس نے اپنی کوکھ سے ایک ایسی زبان کو جنم دے دیا۔ جو دنیا کی کسی بھی ترقی یافتہ زبان کے مقابلے میں بڑے فخر سے پیش کی جا سکتی ہے۔ یہاں ہم جناب فارغ بخاری صاحب کی اس بات کو دہرانا ہرگز نہیں بھولیں گے کہ

ہماری قومی زبان اردو کا خمیر جس مٹی سے تیار ہوا وہ یہی ہندکو زبان تھی۔ "ترجمہ ہندکو بہت پرانی زبان ہے۔ بعض لوگ غلطی سے اس کو پنجابی یا پنجابی کی شاخ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ پنجابی اور اس میں بڑا فرق ہے۔ میں اپنی اردو کی کتاب "ادبیات سرحد" کے دیباچے میں پوری تفصیل سے بتا چکا ہوں کہ ہندکو اردو ہی کی ایک ابتدائی شکل ہے۔ یہی علاقہ اردو کی اصل جنم بھومی ہے ہندوستان پر شروع سے آخر تک سب حملے ادھر ہی سے ہوتے ہیں ان حملوں میں افغانوں کے لشکر ہوتے تھے۔ جن کا پہلا پڑاؤ پشاور میں ہوتا تھا۔ ان لشکروں ہی میں ایک نئی زبان کا ریختہ

تیار ہوا جو لشکر کی رعایت سے بعد میں اردو کے نام سے معروف ہو گئی۔ یہیں سے اٹھ کر یہ لوگ ہندوستان میں جہاں بھی گئے وہاں اس زبان کو رواج دیا۔ چنانچہ ہندوستان میں دلی، آگرہ، رام پور، بریلی، لکھنؤ اور حیدر آباد۔ غرض جہاں جہاں بھی جا کر افغان آباد ہوئے۔ وہی اُردو زبان کے گڑھ بن گئے۔" (خوبان ملاواں)

ہندو شاہیہ دَور کی ھندکو جب اردو زبان کا خمیر تیار کرنے لگتی ہے۔ تو قدیم ہندکو یا "الہندی" جس کا پرتو اردو کے علاوہ ھندی اور پنجابی میں صاف نظر آتا ہے آج کی ہندکو زبان بن جاتی ہے۔ ہمارے اس دعوے کا ثبوت نہ صرف ہندکو زبان میں ہندی کے الفاظ کی بھرمار ہے بلکہ صدیوں کے عرصے پہ پھیلی ہوئی وہ تاریخ بھی ہے جو کبھی بھی کسی کا لحاظ نہیں کرتی۔

ہندکوہ کے ہندو شاہی دور کا زوال

دریائے سندھ کے اُس پار ملتان اور منصورہ کے علاقے اسلام کے نام لیواؤں کے پایۂ تخت ہیں۔ خیبر کے اس پار کے لوگ بھی پیغمبرِ اسلام کی ہدایات سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ مگر سرحد کے علاقے میں ہندو شاہیہ نظام اب بھی پھل پھول رہا ہے۔ ہمند۔ کمالو۔ بھیم اور جے پال جیسے ذی شان اور احساسِ برتری کے مالک[1] راجے مہاراجے یکے بعد دیگرے ہندو شاہی راج دھانیوں کی جڑیں مضبوط سے مضبوط تر کر چکے ہیں۔ بندگانِ خدا آج بھی کشتۂ ستم ہیں۔ اونچی ذات کے لوگ چھوٹی ذات کے لوگوں کے ساتھ

---

[1] برہمن راجوں میں احساسِ برتری کی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ ان کا یہ جذبہ برہمن راج کی اُن ہی تعلیمات کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے جو بندگانِ خدا کے درمیان نفرت اور تفریق کا باعث بنی ہوئی تھیں۔ ذات پات کی تعلیمات نے راجپوتوں کو حد سے زیادہ مغرور بنا دیا تھا۔ اونچی ذات اور چھوٹی ذات، احساسِ کمتری اور احساسِ برتری کی دو مختلف اور مخالف قوتیں آپس میں ناممکن سمجھوتہ کئے ہوئے تھیں جس کا نتیجہ اس نظام کی تباہی کی صورت میں عہد آفرین سے ہندو شاہیہ دورِ حکومت تک (باقی اگلے صفحہ کے حاشیہ میں)

بات بھی کرنا گوارا نہیں کرتے۔ ظلم و ستم اور جور و جفا کا نظام عروج پر ہے طاغوتی طاقتیں قہقہے پہ قہقہے بلند کر رہی ہیں۔ انسانوں کی نسبت پتھروں کی قدر و قیمت ہے۔ پتھر کے بت۔ پتھر کے ہیرے۔ پتھر کے دل۔ نچلی ذلت کے لوگوں کے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔ رام کے پرستاروں نے وادیٔ پشاور کے ہر چپے کو رام کیا ہوا تھا۔ کہ ایسے میں دین محمدی کا ایک سپاہی غزنی کے میدان سے پرچم و شمشیر اسلام لے کر اٹھا اور اللہ اکبر

(بقیہ حاشیہ آمدہ صفحہ ۱۰۷) بار بار منظر پر آ چکا تھا۔ محمد ابن قاسم کے ہاتھوں شکست فاش کھانے والا راجہ داہر ہو یا محمود غزنوی کے دستِ بت شکن سے درس عبرت سیکھنے والے راجے ان کے غرور اور تکبر کے قصے تاریخ ہند کے اوراق پر جلی حروف سے بکھرے پڑے ملتے ہیں۔ ہندو شاہیہ دور کا ہمعصر تاریخ دان البیرونی راجہ انند پال کے احساس برتری کو بہادری اور شجاعت سے تعبیر کرتے ہوئے محمود غزنوی کے نام اس کے ایک خط کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے "مجھے انند پال کے خط کی مندرجہ ذیل عبارت بہت پسند ہے۔ انند پال نے شاہ محمود کو یہ خط ایسے وقت میں لکھا ہے جبکہ دونوں کے تعلقات انتہائی کشیدہ تھے۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ ترکوں نے آپ کے خلاف بغاوت کر دی ہے اگر آپ کی اجازت ہو تو میں پانچ ہزار شہسوار اور دس ہزار پیادے اور ایک سو ہاتھی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ یا آپ کی اجازت ہو تو اپنے فرزند کو اس سے دوگنی فوج دے کر بھیج دوں۔ اس پیشکش سے میری نیت یہ نہیں ہے کہ آپ کو مرعوب کر دوں۔ مجھ پر آپ نے فتح پائی ہے۔ اس لئے میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی اور آپ پر فتح پائے۔" (راجہ انند پال)

(باقی اگلے صفحہ کے حاشیہ پر)

کے نعرے لگاتا ہوا وادیٔ پشاور میں داخل ہو گیا اور اس نے یہاں کے باطل نظام کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ محمود غزنوی ۱۰۰۱ عیسوی میں وادیٔ پشاور کے ہندو شاہیوں پر حملہ آور ہوا اور صنم گران ہند کو تاخت و تاراج کرتا ہوا لاہورہ تک پہنچ گیا۔ اولف کیرو کا کہنا ہے کہ :-

"البلاذری کے قلمی نسخے میں الاہوار کی جگہ لاہور لکھا ہے۔ عربی رسم الخط میں یہ فرق معمولی سا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ اشارہ اس جگہ کی طرف ہے جو پشاور کے یوسف زئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸) کے والد راجہ جے پال کی موت کے متعلق فورٹ ولیم کالج کے مولوی اعظم اور واقعات ہند کے مصنف مولوی محمد یوسف جعفر لکھتے ہیں "راجہ جے پال آزادی کے بعد بے عزتی کی زندگی گذارنا برداشت نہ کر سکا۔ اس نے اپنے لئے آگ کا الاؤ جلوایا اور اس میں کود کر اپنے آپ کو زندہ جلوا دیا۔" ہندو شاہیوں کے اس قسم کے واقعات سے جہاں اس دور کے راجپوتوں کے غرور اور گھمنڈ کا علم ہوتا ہے وہاں ان کی بہادری اور غیرت کی داستانیں ملتی ہیں۔ یہ غرور، گھمنڈ، تکبر، ضد یا غیرت کے جذبات ان تعلیمات کا نتیجہ تھے جنہوں نے ظاہری طور پر تو ہندو شاہیوں کو شان و شوکت کا مالک بنا دیا لیکن ان کے اور ان کی رعایا کے درمیان نفرت کے بھیانک بھوت پروان چڑھنے لگے جو ان کے عبرتناک زوال کا باعث بنے۔

٭ ٭ ٭

سمہ میں ھنڈ کے آس پاس موجودہ گاؤں لاہورہ کے نزدیک
واقع ہے۔ یہ گاؤں جس سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ ھنڈ کے
مقام پر دریائے سندھ کے گھاٹ سے چار میل اندر کی طرف واقع
ہے۔ اور اس کے چاروں طرف پانچ بڑے بڑے ٹیلے ہیں۔
ان میں سے ایک ٹیلہ پچاس فٹ اونچا ہے۔ اس کے علاوہ لاہور
سے آگے دوسرے گاؤں جلبئی سے دو میل جنوب میں چار یا پانچ
ٹیلے اور ہیں۔ جو قریب قریب اتنے ہی بڑے ہیں۔ یقینی طور پر
یہی وہ جگہ ہے جس پر عربوں نے حملہ کیا تھا۔ اس کے متعلق
کہا جاتا ہے کہ یہ جگہ وادی پشاور کے راستے کابل سے ملتان
جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ممکن
ہے کہ فرشتہ نے اپنی تاریخ کے دیباچہ میں جس لاہور کو
ہندو شاہیہ جے پال کا دارالحکومت بتایا ہے وہ پنجاب کا
شہر لاہور نہیں بلکہ یہی لاہور ہے۔ (جے پال کو محمود غزنوی
نے شکست دی تھی) اور یہ کہ "اوھنڈ" یا "وے ھنڈ" جہاں
ایک زمانہ میں ہندو شاہی منتقل ہو گئے تھے۔ موجودہ ہنڈ کا
نام نہیں تھا۔ ھنڈ دریا کے بالکل کنارے ایک چھوٹے
سے قلعہ میں تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ جگہ ایسی غیر محفوظ ہے کہ یہ
کبھی دارالحکومت نہیں رہی ہوگی۔ البتہ گھاٹ کی حفاظت
کے لئے یہ مضبوط مورچہ کا کام ضرور دیتا ہوگی۔ یہاں ایسے ٹیلے

نہیں ہیں جنہیں پرانے شہر کے کھنڈر سمجھا جا سکے۔ دارالحکومت
کسی ایسی جگہ واقع ہو گا۔ جو سیلاب سے محفوظ ہو۔
ایسی جگہ چار میل اندر کی طرف وہیں ہو سکتی ہے جہاں لاہور
گاؤں کے آس پاس اونچے ٹیلے ہیں۔" (پیشاور)

سر اولف کیرو کے بیان کے اس متن کو غور سے پڑھا جائے تو یہ بات آئینہ ہو جاتی ہے کہ محمود غزنوی کے دور کا ہندوستان وادئ پشاور اور اس کے گرد و نواح میں موجود تھا اور یہ کہ محمود غزنوی نے ہندوستان کے جس دارالحکومت پر حملہ کیا تھا وہ پنجاب کا شہر لاہور نہیں تھا بلکہ غزنوی کے عہد میں اسی وادی میں لاہور کے نام سے آباد تھا۔ اگر ہم برصغیر میں غزنوی عہد کے اسلامی نقشے پر غور کریں تو تب بھی ہمیں کیرو صاحب کا یہ بیان مبنی بر حقیقت معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ غزنوی عہد میں دریائے سندھ کے اس پار محمد بن قاسم کی قائم کی ہوئی اسلامی حکومت (جو اس وقت تک خلافت سے رابطہ توڑ چکی تھی) ابھی زندہ تھی۔ اور اسی طرح افغانستان کے علاقے میں بھی اسلام کا سورج نصف النہار پہ چمک رہا تھا۔ اس لئے ہندو ازم کا ٹھکانہ وے ہند کے ہندو شاہوں کی نگری وادئ پشاور اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ ہی نہیں بن سکتا تھا۔ اس لئے یہاں یہ بات قدرے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ محمود الغزنوی کے دور کا ہندوستان وادئ پشاور اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ تھا۔ اور اس ہندوستان میں

جو زبان بولی جاتی تھی وہ یہی "الہندی" زبان تھی جس کا تذکرہ گذشتہ باب میں قدرے تفصیل سے کیا جا چکا ہے۔ جسے غزنوی عہد کے تاریخ دانوں نے "الہندی" کے نام سے یاد کیا ہے۔ اور جسے ہم آج "ہندکو" کہہ کر پکار رہے ہیں۔

محمود غزنوی کی سب سے پہلی لڑائی ۵ اگست ۱۰۰۱ عیسوی میں لاہور کے راجہ جے پال کے ساتھ وادیٔ پشاور میں ہوئی تھی۔ اس لڑائی میں راجہ جے پال محمود غزنوی کے سپاہیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا۔ لیکن شاہِ غزنوی نے اس پر خراج لگانے کے بعد اس کو رہائی بخش کر دوبارہ حکومت کرنے کا موقع دے دیا۔ لیکن وہ اس سرزمین پر پہلے کی طرح برہمن راج قائم نہ کر سکا۔ چنانچہ اس اپنے لئے آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ جلوایا۔ اور اس میں کود کر اپنے آپ کو زندہ جلا دیا۔ فورٹ ولیم کالج کے مولوی اعظم اور واقعات ہند کے مصنف مولوی محمد یوسف جعفری لکھتے ہیں کہ راجہ جے پال کے زندہ جل جانے کے بعد اس کا بیٹا انند پال تخت نشین ہوا۔

ترجمہ "اس کے بعد اس کا بیٹا انند پال اس کے تاج و تخت کا مالک بن کر لاہور کی راجدھانی پر محمود غزنوی کو خراج دیکر حکومت کرنے لگا۔

(Selection from History of India Page 18)

جعفری صاحب کی اس عبارت سے یہ اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے

کہ محمود غزنوی کے دور میں غلبۂ اسلام کے باوجود پشاور اور اس کے گرد و نواح میں ہندوانہ نظام زندہ رہا۔ اور قدیم ہندکو یا الہندی ہندو سرکار کے زیر سایہ پھلتی پھولتی رہی۔

قدیم ہندکو زبان کے اس دور کو ہم ہندو شاہی ہندکو کے تنزل کا دور کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ محمود غزنوی کی آمد کے بعد اس زبان کے ساتھ جو کچھ ہو سکتا ہے۔ اس کے متعلق تاریخ کے صفحات پر بڑے واضح اشارے ملتے ہیں۔ محمود کی آمد کے بعد برصغیر ہند و پاک نور اسلام کی کرنوں سے منور ہونے لگا۔ جس کی تابناکی سے قدیم ہندکو زبان بھی متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکی۔ غزنوی کے عہد سے اس زبان کی شکست و ریخت اور اس میں تغیر و تبدل کا عمل جس انداز سے شروع ہو گیا تھا۔ اس کی زندہ دلیل آج کی ہندکو زبان کی ہیئت اور ساخت ہے۔ جو ہندو شاہیہ دور کی "الہندی" سے بالکل مختلف اور جداگانہ ہے۔

ھندکو زبان کا اسلامی دَور

قدیم ھند پر محمود غزنوی نے یکے بعد دیگرے بارہ حملے کئے مادرِ اسلام کے اس مردِ مجاہد کا ہر حملہ ہندو شاہی کے علاوہ ہندو شاہیہ دور کی قدیم ہندکو پر بھی کسی ضربِ کاری سے کم نہ تھا۔ یہاں کے ہندکو بولنے والے تتر بتر ہو کر بھاگتے رہے یا تعلیمات اسلام کی برکات سے فیض یاب ہوتے رہے۔ بھاگنے والوں نے دریائے سندھ عبور کر کے اُن راجدھانیوں میں پناہ لینے میں عافیت سمجھی جو جے پال کے ہمدرد راجاؤں کے زیرِ نگیں تھیں۔ لیکن علمبردارانِ اسلام نے انہیں دریائے سندھ کے اس پار بھی چین سے لام راج کرنے کا موقع نہیں دیا۔ یہ مردِ بت شکن شمشیر و قرآن کے سائے میں نگرکوٹ کے بُت توڑتا ہوا کفرستانِ سومنات تک برہمن راج کا پیچھا کرتا چلا گیا۔ اور اُس نے سومنات کے مشہورِ زمانہ مندر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔

وادیٔ پشاور — گندھارا — ھندکو زبان کی جنم بھومی جو اُس کے ہر حملے کی پہلی چھاؤنی ہوا کرتی تھی۔ وہاں ہندو شاہیہ کے سائے میں پلنے والی زبان ھندکو شمشیرِ اسلام کی ضربات کے بعد جب دوبارہ سر اُٹھا کر چلنے لگتی ہے تو اس کی نئی زندگی بدلتی نظر آتی ہے۔ اس کے رنگ ڈھنگ

یہ

میں اسلام کی رُوح سرایت کرنے لگتی ہے۔ وہ اپنی قدیم ترقی یافتہ صورت کو اسلام کے نام پر مٹا دیتی ہے۔ اور پھر صدیوں تک بے سروسامانی کے عالم میں زندہ رہتی ہے۔

وادئ پشاور میں محمود غزنوی کے پرچم اسلام لہرانے کے بعد یہاں پر نورِ اسلام کی ضیاء پاش کرنوں کے لئے راستہ ہموار ہو جاتا ہے اور دینِ اسلام جس تزک و احتشام کے ساتھ پھیلنے لگتا ہے۔ اس کی مثال بھی فقط حیات کی روحانی کشش ہی ہو سکتی ہے۔ محمود غزنوی کے وُرودِ ہند کے بعد خیبر کی پہاڑیوں سے دریائے سندھ کے کناروں تک اسلام کا بول بالا ہونے لگتا ہے اور رام کے پجاری بھاگتے نظر آتے ہیں۔

جب اسلام آیا تو وادئ پشاور کے لاہور کے باشندے مشرق کی طرف بھاگے۔ اور انہوں نے پنجند کے علاقے میں راوی کے کنارے ایک نیا شہر لاہور آباد کیا۔ جس کے متعلق اولف کیرو قیاس آرائی کرتا ہے۔

"یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ دریائے راوی کے کنارے بسائے جانے والے بڑے شہر کا نام اسی گاؤں پر رکھا گیا ہو جو سندھ کے کنارے واقع تھا۔ اور اب غیر معروف ہے۔"

(پٹھان صفحہ ۱۴۹)

سرا ولف کیرو کے اس قیاس کو اگر درست مان لیا جائے تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ دریائے راوی کے کنارے آباد خوبصورت شہر لاہور کی بنیاد بالکل اسی قندھار کی طرح پڑی ہو گی۔ جو گندھارا سے ترکِ وطن کر جانے والے

بودھوں نے افغانستان کے جنوب میں آباد کیا تھا۔

گندھارا سے بھاگنے والے بودھوں نے موجودہ افغانستان کے جنوب میں "قندھار" نامی شہر آباد کیا۔ تو یہاں کے برہمنوں نے جو انہی بودھوں کے ہاتھوں بھاگے جو جذبۂ اسلام سے سرشار ہونے کے بعد اُن پر حملہ آور ہوئے اور اس طرح انہوں نے اپنے قدیم لاہور جو وادیٔ پشاور میں قدیم ہندوستان کا دارالخلافہ تھا کے نام پر دریائے راوی کے کنارے ایک اور لاہور کی بنیاد رکھی۔ جو مغلیہ دور میں نہایت خوبصورتی کا حامل اور تاریخی شہر کا روپ دھارتا چلا گیا۔ ہمارے اس بیان کی تصدیق حال ہی میں قلعہ لاہور کی کھدائی کے دوران ملنے والی معلومات کرتی ہیں۔ یہ کھدائی سن ۱۹۵۹ء میں لاہور کے قلعہ میں دیوانِ عام کے بالمقابل ایک اہم مقام کو منتخب کر کے کی گئی۔ تاکہ اس شہر کی ابتدائی تاریخ جو چند مذہبی روایات پر مبنی ہے کا بھی کچھ علم ہو سکے۔ محکمۂ آثارِ قدیمہ کے یقین الدین ایم۔ اے قدیم لاہور کے عنوان سے اپنے ایک مقالے میں اس کھدائی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"جب کھدائی بیس فٹ گہری کی گئی تو بارہ تہذیبی پرت جو ایک دوسرے کے اوپر تھے ظاہر ہوئے جو ایک دوسرے کے اوپر تھے ظاہر ہوئے۔ اوپر کی تین تہیں برطانوی اور سکھ دَور کی موجودگی کی شہادت دیتی ہیں۔ اور جن گاڑیوں کے آثار ظاہر ہوئے اُن کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان کی تعمیر

میں جدید اور چھوٹی اینٹیں استعمال کی گئی تھیں جن کی پیمائش یہ ہے :-

$11'' \times 1\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{4}$ ، ۲ اور $8\frac{1}{4} \times 4\frac{3}{4} \times 1\frac{1}{2}$

اب اگلی تہوں کا ذکر سنیئے ۴ سے ۶ تک کی تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ ان تہوں میں مغلیہ دور کی بھاری، ٹھوس اور مستحکم عمارتوں کے آثار تھے۔ مغلیہ دور کی عمارتوں کے نیچے آٹھویں اور نویں تہوں کا مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوا کہ ان میں بہت تغیر و تبدل واقع ہوا ہے۔ راکھ۔ کوئلہ اور مٹی کے ظروف کے ٹکڑوں اور اینٹوں کے ٹکڑوں کی موجودگی اس تحقیق کے بین ثبوت ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی اشیاء جو کسی مقام سے دستیاب ہوتی ہیں وہ اپنے ماحول کی کہانی بیان کر دیتی ہیں۔ اور محقق اس کی روشنی میں آگے بڑھتا ہے۔ دسویں سے لیکر بارہویں تہوں تک قبل از اسلام کی تہذیبی اشیاء دستیاب ہوئیں جن میں ظروف نمایاں اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کی تحقیق سے اس مقام کی ابتدائی تاریخ پر جدید روشنی پڑی ہے"

(قدیم لاہور۔ مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت جلد ۲۲ شمارہ ۱۲۴)

جناب یقین الدین کے مقالے "قدیم لاہور" کے اس متن کے مطالعہ سے ہم پر جو باتیں آئینہ ہوتی ہیں۔ ان کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

(۱) بیس فٹ گہری کھدائی کے دوران بارہ تہذیبی تہیں دریافت ہوئیں۔

(۲) پہلی تین تہیں (۱ سے ۳ تک) برطانوی اور سکھوں کے دور کی عکاس تھیں۔

(۳) دوسری تین تہیں (۴ سے ۶ تک) مغلیہ دور حکومت سے متاثر تھیں

(۴) تیسری تین یا دو تہیں (آٹھویں اور نویں) تغیر و تبدل کی عکاس تھیں۔ گویا یہ ایک انقلابی دور تھا۔

(۵) اور آخری تین تہیں (۱۰ سے ۱۲ تک) قبل از اسلام کے دور کی چغلی کھا رہی تھیں۔

گویا بارہ تہوں میں صرف تین تہذیبی تہیں ایسی ملیں جو موجودہ لاہور کو قبل از اسلام میں موجود ثابت کر رہی تھیں۔ اور کل تہوں کا باقی ۳/۴ حصہ اس بات کی چغلی کھا رہا تھا کہ موجودہ لاہور پر قدیم سے زیادہ جدید اثرات مرتب ہیں۔ یہاں ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ لاہور کی کھدائی کے دوران ملنے والی نوادرات پشاور کے عجائب گھر میں پڑی ہوئی ہندو شاہی نوادرات جیسی ہیں۔ جو اس بات کی غماض ہیں کہ آج کا لاہور اس وقت وجود میں آیا جب وادئ پشاور نور رسالت سے پوری طرح مستفیض ہو چکی تھی۔ اور یہاں ہندو شاہوں اور اُن کی "ھندی" کے لئے کوئی جگہ نہیں بچی تھی۔ اگرچہ ہمارے اس دعوے کی تصدیق ماہرینِ آثار قدیمہ کے اس قول سے بھی ہو جاتی ہے کہ موجودہ لاہور کی کھدائی سے ابھی تک ویدک دور کے اثرات کا کوئی پتہ نہیں چل رہا۔ تاہم، ہم اپنے اس دعوے کو اُس وقت تک ایک ٹھوس حقیقت نہیں سمجھتے جب تک ھند کو کی جنم بھومی۔ وادئ پشاور میں دریائے سندھ کے کنارے قدیم لاہور کے قرب و جوار کی کھدائی نہیں کی جاتی۔

قدیم لاہور کے باشندوں نے نیا لاہور آباد کیا۔ لیکن شمشیر زنانِ اسلام نے قدیم ہند کے باسیوں کو نئے لاہور میں بھی چین اور آرام سے رہنے نہ دیا۔ وادیٔ ہندوکش کے قدیم باشندے مشرق اور جنوب کی طرف بھاگتے رہے کہ شمال مغرب کی طرف سے اسلام کا سورج طلوع ہو رہا تھا۔ اور ان کی چھوڑی ہوئی زبانیں پانچ دریاؤں کی سرزمین پر پنجابی۔ دہلی اور لکھنؤ وغیرہ میں ہندی اور وادیٔ ہندوکش میں ہندکو کے ناموں سے پروان چڑھتی رہیں۔

محمود غزنوی کے عہد کے بعد اور سکھا شاہی سے پیشتر کم و بیش آٹھ صدیوں پر مشتمل تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ وادیٔ پشاور اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں میں غزنوی کے بعد کا دور یہاں کی اسلامی حکومتوں کے عروج و زوال کا دور رہا ہے۔ ایک اسلامی حکومت مٹتی تو دوسری اسلامی سلطنت قائم ہو جاتی اور یوں دین محمدؐ کا بول بالا ہوتا رہا۔ اسلامی اقتدار کے زیر تحت اس سرزمین پر ولی۔ بزرگ۔ قطب غوث اور اولیاء تشریف لاتے رہے اور یہاں کی قدیم ہندکو زبان کو اپنے فیوض و برکات سے مستفیض کرتے رہے۔ انہوں نے ہندکو یہیں سیکھی یہاں شادیاں کیں۔ اور یہیں کے ہو رہے۔ چنانچہ آج پاکستان کے صوبہ سرحد اور دریائے جہلم کے اس پار بسنے والے کتنے ہندکوان ہیں جن کو سید۔ ملاّ۔ اعوان۔ قریشی۔ صدیقی جیسی قوموں کے افراد ہونے کا فخر حاصل ہے۔ یہ لوگ پشت با پشت سے اس سرزمین پر نورِ ہدایت پھیلانے کی

خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ اپنے آباؤ اجداد کی زبان بھول چوک کر ھندکو زبان میں یوں گفت و شنید کرتے ملتے ہیں۔ جیسے اس زبان کے اصل مالک یہی لوگ ہوں اور حقیقت بھی یہی ہے۔ ھندکو زبان ان ہی لوگوں کی گود میں پروان چڑھی۔ انہوں نے ھندکو زبان کو عربی زبان کے الفاظ سے مالا مال کیا۔ جو ھندکو زبان میں یوں گھل مل گئے۔ جیسے اس ہی زبان کے الفاظ ہوں۔ اور عربی سے ھندکو میں شامل ہی نہ ہوئے ہوں۔ ذرا عربی زبان سے ماخوذ ہندکو کے ان الفاظ کی فہرست پر غور فرمایئے۔ جو ذیل میں پیش کی گئی ہے۔

آ۔ آخر۔ آخری۔ آداب۔ آثار۔ آداب۔ آدم۔ آدمی آفت۔ آل۔ آمی۔ آیا تاں۔ آیات۔

یہ الفاظ عربی زبان کے

یا۔ آخر۔ آخرین۔ آداب۔ آثار۔ آداب۔ آدم۔ آمین آیت اور آیات وغیرہ کی ہندکو اشکال ہیں جو ہندکو زبان پر اسلامی دور کے اثرات کی زندہ دلیل بن کر ہمارے سامنے ہیں۔

عربی زبان سے ماخوذ الفاظ کی یہ مختصر فہرست ہم نے ہندکو زبان کی لغت کے اس ابتدائی حصے ہی میں سے پیش کرنا مناسب سمجھی ہے جو ہم نے اس کتاب کے اوائل میں بطور نمونہ پیش کی تھی۔ ورنہ ان چند الفاظ کے علاوہ ہزاروں عربی زبان کے الفاظ ایسے ہیں جو آج کی ہندکو زبان سے یوں مانوس ہو گئے ہیں جیسے وہ اس ہی

زبان سے تعلق رکھتے ہوں۔ اور ان کو ہندکو زبان سے نکالنا مشکل نظر آتا ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر ہندکو زبان میں سے عربی کے الفاظ نکال لیئے جائیں تو یہ زبان دُم کٹی ہو کر رہ جائے۔

ہندکو زبان میں عربی کے یہ الفاظ ہندکو زبان کے اسلامی دور کے عکاس ہیں۔ یہ زبان جسے سنسکرت سے بھی پہلے کی زبان کہا جاتا ہے اسے پراکرتوں کی ترویج و ترقی کے دور میں بودھوں سے واسطہ پڑا۔ اور یہ زبان سنسکرت کے روپ میں بدھ مت کی گود میں پروان چڑھنے لگی۔ بودھوں کی بہار ختم ہوئی تو یہ خزاں رسیدہ پودا برہمن راج کے زیر نگیں آگیا۔ برہمن اس کی آبیاری کرنے لگے۔ ہندو شاھیہ دور میں یہ ایک بار پھر ہرا بھرا ہوا۔ اور پھر غزنوی کی یلغار نے ایک بار پھر اس کی جڑیں تک ہلا کر رکھ دیں۔

غزنوی کے حملوں کے بعد تقریباً آٹھ صدیوں کے لمبے عرصے تک یہ زبان مذہب اسلام کی شفیق اور ذات پات کے قابل نفرین نظام سے پاک گود میں پروان چڑھتی رہی۔ اور پھر صدیوں کا عرصہ بیتنے کے بعد اس زبان پہ ایک وقت ایسا بھی آیا جب یہ برصغیر پاک و ہند کی لوح ہستی پہ خالص اسلامی ثقافت کی امین بن کر ابھری اور اس کا ہر بولنے والا اپنے آپ کو دینِ مصطفٰے پر کٹ مرنے کے لئے تیار پانے لگا۔ اور اس کا ہر لکھنے والا کملی والے کے گن گانے لگا

ہندکو زبان کے اسلامی دور نے اس زبان کے ادبی سرمائے

کو بھی بے حد متاثر کیا جس کا تذکرہ انشاءاللہ العزیز آئندہ ابواب میں ہندکو زبان کے ادب پر بحث کے دوران کیا جائے گا۔

ہندکو ادب کے یادگار شہ پارے

★ ہندکو نثر دی کہانیڑیں	مختیار علی نیّر
★ دیوانِ گھائل	استاد غلام رسول گھائل
★ مہتلاں (ہندکو ضرب الامثال)	مختیار علی نیّر
★ نویاں راواں (ہندکو شاعری کا انتخاب)	فارغ بخاری
★ کلیاں (ہندکو/اردو شاعری)	زیڈ۔ آئی اظہر
★ قواعد ہندکو	مختیار علی نیّر
★ احمد علی سائیں (تذکرہ و کلام)	رضا ہمدانی
★ ماہنامہ "ہندکو زبان" پشاور	ابنِ قمر
★ ابیاتِ سائیں احمد علی (مرحوم)	حاجی محمد ادریس

ہمارا آئندہ اشاعتی پروگرام

٭ ہندکو زبان و ادب کا تاریخی جائزہ (حصّہ دوم)		ش۔ شوکت
٭ استاد آغا محمد جوش کا فن اور شخصیت		زیڈ۔ آئی اظہر
٭ سپنوں کی راہ میں	(ناول)	خالد ربانی
٭ ڈولی	(ہندکو ناول)	ش۔ شوکت
٭ کلام اقبال کا منظوم ہندکو ترجمہ		شمیم بھیروی
٭ کشمیروی خونی داستاں	(ہندکو)	زیڈ۔ آئی اظہر
٭ پلکیں	مجموعۂ کلام	خاک شموزوی
٭ گلاب کے پھول	(مجموعۂ کلام)	خالد ربانی
٭ کرن کرن اجالا	(مجموعۂ کلام)	آثم سرحدی

اس کتاب کی ترتیب و تکمیل کے

سلسلے میں ہمیں درجنوں کتابوں رسائل

اور وسائل سے استفادہ

حاصل کرنا پڑا۔ جس کی تفصیل اس کتاب کے

آئندہ حصے میں "کتابیات" کے عنوان کے

تحت بشرطِ زندگی نہایت تشکر کے

ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔

☆

ہندکو زبان و ادب کا تاریخی جائزہ

حصہ دوم

عنقریب چھپ کر منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ اس لئے ہم اپنے قارئین کرام سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے آرڈرز سے جلد از جلد مطلع فرما دیں۔ "ہندکو زبان و ادب کا تاریخی جائزہ" کے آئندہ حصوں میں جن عنوانات پر بحث کی جائے گی اُن میں سے چند کی جھلکیاں ذیل میں قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش کیجاتی ہیں۔

- ہندکو زبان ہے یا بولی
- ہندکو رسم الخط
- ہندکو اور پشتو
- ہندکو اور پنجابی
- ہندکو ایک اکثریتی زبان
- ہندکو اور ریڈیو
- ہندکو اور ٹیلی ویژن
- ہندکو اور اخبارات
- ہندکو اور سرکاری آرٹس کونسلیں
- ہندکو کا ادب
- ہندکو کی انجمنیں
- ہندکو گرامر
- ہندکو اور سکھا شاہی
- ہندکو اور انگریز دورِ اقتدار
- ہندکو اور گوجری
- ہندکو کی سیاسی اہمیت
- ہندکو کا لوک ورثہ

ادارۂ اشاعت ہندکو ۔ ۷- الکریم نقش شاہراہ پہلوی پشاور صدر فون نمبر ۷۳۱۳۱

ھندکو زبان و ادب کے معروف شاعر و ادیب

صابر حسین امداد

عنقریب درج ذیل کتب منصہ شہود پر لا رہے ہیں

—:٥:—

* ھندکو زبان اور صوبہ سرحد
روزنامہ مشرق میں چھپنے والے ھندکو کے تحقیقی مضامیں

—:٥:—

چمٹا پکڑ ھتھ دے وچ تے تال آنے مانگے پا
تقدیر نے چلی چال جیڑی اس چال آنے مانگے پا

* مانگے (ھندکو مجموعہ کلام)

—:٥:—

* لفظاں دی جنج (ھندکو افسانے)

—

* استاد احمد علی سائیں (تذکرہ و شا...

—:٥:—

المشتہر ھندکو اکیڈمی پاکستان (پشا...